۱۔اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں جدا جدا نہ ہونا۔ (سورہ ال عمران آیت ۱۰۳، ترجمہ البیان)

۲۔اور رسول تمہیں جو کچھ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ (سورہ حشر آیت ۷)

۳۔اور ان (منافقین) کو یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے مؤمنین کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ (سورۃ التوبہ آیت ۷۴)

فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

Fidaka Abee-wa-Ummi Ya Rasoolallah

INTERNATIONAL

TANZEEM AL-SAEED

تَنظِیمُ السَعِیدُ العَالمِی

www.tanzeemalsaeed.com

email:tanzeemalsaeed@gmail.com

رابطہ نمبر۔ (0300-3527111)(0336-0631111)(0311-6845111)

درود بحر الکمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ نہایت رحمت والے بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے (درود پاک شروع کرتا ہوں)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ صَلٰوۃً کَامِلَۃً وَّسَلِّمْ سَلَامًا تَآمًّا عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ اَوَّلِ تَجَلِّیَاتِكَ

اے اللہ رحمتِ کاملہ (درود) نازل فرما اور خوب سلام بھیج ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد (ﷺ) پر جو (نبوت کا تاج پہنے ہوئے) نبی، امی (لقب والے ہیں اور) تیرے حسنِ ازل کی تجلی اول،

مِنْ حُسْنِكَ الْاَزَلِ وَاَوَّلِ تَعَیُّنَاتِكَ الْمُعَظَّمِ وَمَظْھَرِكَ الْاَتَمِّ وَكَنْزِكَ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ تَنْحَلُّ بِهِ الْعُقَدُ وَالْكُرَبُ

تیرے تعینات میں سب سے پہلی معظم ہستی، تیرے کامل مظہر اور تیرا سب سے عظیم ترین خزانہ ہیں جن کے وسیلہ سے مشکلات کی گرہیں کھلتی (ہیں) اور پریشانیاں حل ہوتی ہیں اور جن کے سبب سے حاجتیں

وَتُقْضٰی بِهِ الْحَوَآئِجُ وَیُسْئَلُ بِوَجْھِهِ الْكَرِیْمِ حُسْنُ الْخَوَاتِیْمِ وَتُكْشَفُ بِاَنْوَارِهِ الظُّلُمَاتُ بِدُوْنِ صُعُوْبَةٍ

پوری ہوتی ہیں اور جن کے معزز چہرۂ (انور) کے وسیلہ سے حسنِ انجام کا سوال کیا جاتا ہے اور جن کے انوار سے بغیر کسی دشواری کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ پر ہر وقت

وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ فِیْ كُلِّ حِیْنٍ وَّاٰنٍ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ وَجُوْدِهٖ وَنَوَالِهٖ وَعُلُوْمِهٖ وَقَدْرِهٖ وَتَصْرِیْفِهٖ

اور ہر لحہ میں رحمت وسلامتی نازل فرما۔ (پس درود و سلام بھیج) آپ (ﷺ) کے حسن وجمال (کے اندازے کے مطابق اور اسی طرح) آپ کی جود وعطا اور آپ کے علوم و (عظمتِ) شان اور تصرف فرمانے (کی قدرت وطاقت) کے موافق،

جُمْلَةً بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِذَاتِكَ الْقُدْسِیَّةِ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جتنے عدد تجھے معلوم ہیں (ان کے مطابق) اے اللہ اے اللہ اے اللہ۔ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ من (بندۂ ناچیز) اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی اس حاجت کے سلسلہ میں آپ کی ذاتِ قدسیہ اور آپ کی صفاتِ ربانیہ کے وسیلہ

وَصِفَاتِكَ الرَّبَّانِیَّةِ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

سے عرض گزار ہے (اور آپ بھی مہربانی فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری سفارش فرمائیں) تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ پس تو آپ ﷺ کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرمالے

ترکیب وفوائد

عمومی حصول برکت کیلئے ہر نماز کے بعد ایک یا تین مرتبہ پڑھیں ☆ ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کیلئے کم از کم (۷) مرتبہ وقتاً فوقتاً پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں اور پانی پر دم کر کے پئیں ☆ صبح شام گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھنا مجملہ طور پر خیر و برکت لے کر آتا ہے ☆ جو شخص بعد نماز فجر اسے ۴۱ بار روزانہ پڑھے سارا دن وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا اور خصوصی برکات کا حامل ہوگا، بری عادتیں اور رکاوٹیں دور ہونگی ☆ روزانہ ۱۱۱ مرتبہ پڑھنے سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں اور رزق میں کشادگی ہوتی ہے ☆ ہر روز ۳۱۳ مرتبہ پڑھنے والا خصوصی انوار و تجلیات کا حامل ہوتا ہے اور روحانیت کو پا لیتا ہے اور اس پر مداومت کرنے والا شخص حضور ﷺ کے قرب سے مشرف ہوتا ہے ☆ کسی بھی بڑی مشکل اور پریشانی کے موقع پر کم از کم گیارہ دن تک یا اس سے زیادہ روزانہ چند لوگ مل کر بعد نماز عصر ۱۰۰۰ مرتبہ پڑھیں، اگر عصر کے بعد ممکن نہ ہو تو کسی وقت اسے روزانہ ۱۰۰۰ مرتبہ پڑھیں اور دعا کریں

نعت شریف (امیر خسرو)

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
میں نہیں جانتا وہ کیا جگہ تھی رات کو میں جس جگہ تھا

بہ ہر سو رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
ہر طرف تڑپ کا رقص تھا رات کو جس جگہ میں تھا

پری پیکر نگار سرو قدے لالہ رخسارے
پری کی شکل والا محبوب سرو کے قد والا سرخ پھول کے رخسار والا

سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم
وہ تمام دل کی آفت تھا رات کو جس جگہ میں تھا

رقیباں گوش بر آواز، او در ناز و من ترساں
نگہبان آواز پر متوجہ وہ ناز میں اور میں ڈرنے والا

سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم
بات کہنی بہت مشکل تھی رات کو جس جگہ میں تھا

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو
اللہ تعالیٰ خود میرِ مجلس تھا لامکاں میں اے خسرو

محمد شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بو دم
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفل کی شمع تھے رات کو جس جگہ میں تھا

حلیہ مبارک

وَاَحسَنَ مِنکَ لَم تَرَ قَطُّ عَینِیَ   وَاَجمَلَ مِنکَ لَم تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقتَ مُبرّاً مِّنَ کُلِّ عَیبٍ   کَأنّکَ قَد خُلِقتَ کَمَا تَشَآءُ

عام لوگوں کے مرنے کے بعد ان کے جسم میں تغیر و تبدل پیدا ہو جاتا ہے انبیاء کرام اس سے مبرا اور مصفیٰ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ انبیاء کرام کے اجسام بعد از وصال بھی صحیح وسالم رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا ہر آنے والا لمحہ گزرے ہوئے لمحے سے بہتر ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے آقا ﷺ کا جسم انور آج بھی صرف صحیح وسالم ہی نہیں ہے بلکہ ہر آنے والا لمحہ اس کی تابانی وشادمانی میں اضافہ کر رہا ہے۔ تو آئیے اب ہم اپنے پیارے نبی مکرم ﷺ کے اس سراپا مبارک کو یاد کرتے ہیں کہ سر اقدس سے لے کر قدم ناز تک جہاں بھی نگاہ پڑتی ہے ہر عضو کا بانکپن یہی کہتا ہے کہ صرف مجھے ہی دیکھتے رہو اور صرف میری رعنائیوں میں ہی کھوئے رہو۔

جلوۂ والضحیٰ دیکھتے رہ گئے   حسنِ بدرُ الدجیٰ دیکھتے رہ گئے

جانِ کائنات ﷺ کا دلربا سراپا اور ہوشربا حسن

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقدر حسنہ وجمالہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ حسن وجمال عطا فرمایا جس کی تعریف وتوصیف سے زبان عاجز اور قلم قاصر ہے جس نے جو کچھ بھی لکھا اس سے وہ بہت کم ہے کہ جیسے میرے سرکار ہیں۔ ؎ اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی   جیسے میرے سرکار ہیں ویسا نہیں کوئی

آپ ﷺ حسن وجمال اور خوبی وکمال کا مظہر ہیں۔ ساری کائنات کا حسن، جمالِ محمد ﷺ کی ایک ادنیٰ جھلک ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف مبارکہ بیان کرنے والا بالآخر یہ پکار اٹھتا کہ آپ جیسا نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا   کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

رسول اللہ ﷺ خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے ہی معزز ومکرم نہ تھے بلکہ دوسروں کی نگاہ میں بھی نہایت ذیشان تھے۔ آپ کا قد مبارک اپنی قوم کے لوگوں میں درمیانے سے تھوڑا بلندی کی طرف نکلتا ہوا تھا مگر جب لوگوں میں جلوہ گر ہوتے تو تمام سے دراز معلوم ہوتے۔ آپ کا چہرۂ انور ایسا روشن گویا اس میں سورج چل رہا ہے۔ آپ کے چہرہ مبارک میں مناسب گولائی کے ساتھ ہلکا سا لمبا پن، جو کہ آپ کی شیرینی اور دمک کو مزید واضح کر رہا ہے یا یوں کہہ لیں کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور اس طرح چمکتا ہوا نظر آتا جیسے چودھویں رات کا چاند بلکہ چاندنی رات تھی اور سرخ دھاری دار لباس میں جب آپ کو دیکھا گیا اور چاند کے ساتھ تقابل کیا گیا دیکھنے والے صحابہ نے یہی فیصلہ کیا کہ آپ چاند سے بدرجہا خوبصورت ہیں۔ ؎ جو ساقیِ کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے   ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ

حلیہ مبارک

آپ تمام انبیاء میں سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین ترین آواز والے ہیں۔

ایسا تجھے خالق نے طرح دار بنایا   یوسف کو ترا طالب دیدار بنایا

عمر کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی دلکشی میں کمی واقع ہو جاتی ہے مگر آپ ﷺ نے جبکہ سیدنا صدیق اکبر امامت کرا رہے تھے آخری بار حجرے مبارک کے پردے سے اپنے چہرۂ انور کو طلوع فرمایا تو دیکھنے والے صحابہ نے بیان کیا کہ چہرۂ انور تو قرآن کا ورق معلوم ہو رہا تھا اور اس کیفیت کی بناء پر بے قابو ہونے لگے قریب تھا کہ وہ دورانِ نماز آپ کے قدموں پر قربان ہو جاتے مگر اس مرقع حسن و جمال نے اشارے سے انہیں اپنے اوپر قابو پانے کا حکم دیا اور صحابہ کرام ٹھہر گئے۔

پیش نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بے قرار   روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

آپ کی پیشانی مبارک نہایت چوڑی گولائی میں، حسن و جمال کا مرقع کہ رات کے اندھیرے میں آپ کی پیشانی مبارک چمکتی دمکتی نظر آتی۔ آپ کی مبارک آنکھیں موٹی اور قدرِ دراز جن میں لال رنگ کا ڈورا تیرتا اور حسن و جمال بکھیرتا نظر آتا اور اس پر مستزاد یہ کہ معلوم یہ ہوتا کہ آپ نے آنکھوں مبارک میں سُرمہ لگایا ہوا ہے۔ جبکہ آپ کی آنکھوں مبارک کی سیاہی اور سفیدی انتہائی صاف وشفاف انداز میں ظاہر ہو رہی ہوتی۔ اور آپ کی پلکیں مبارک دراز مڑی ہوئیں یا یوں کہہ لو کہ چشمانِ مقدس پر گھنی سیاہ اور لمبی پلکوں کا دلربا سایہ۔ آپ کے ابرو مبارک کمانوں کی طرح خوبصورت خم دار آنکھوں پر لگائے ہوئے، دور سے معلوم ہوتا کہ دونوں حسین وجمیل مبارک ابروئیں ملی ہوئی ہیں۔

ان کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے   ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے

لیکن حقیقتاً ان کے درمیان ایک رگ مبارک تھی جو جلال کے وقت ابھر آتی اور اس سے آپ کے جلال مبارک کو باآسانی پہچان لیا جاتا۔ آپ کے رخسار مبارک نہ زیادہ نہ کم، بلکہ مناسب گوشت سے بھرے ہوئے۔ آپ کی کھڑی دراز بینی (ناک) مبارک میں ہلکا سا خم کہ حسن کے مطابق اٹھی ہوئی اس کے ساتھ ساتھ آپ کے نتھنے مبارک ہلکے نمایاں بینی مبارک پر نور مبارک ظاہر ہوتا اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ اپنا حسن نمایاں کرتی ہوئی نظر آتی۔ آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ کشادہ تھا حضور ﷺ کے لب ہائے مبارکہ مقدس ہونٹ پتلے پتلے گلابی نرم ونازک، معلوم یہ ہوتا کہ گلاب کے پھول کی دو پنکھڑیاں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ کے مبارک دانت معلوم یہ ہوتا کہ پروردگار نے اولے لگا دیئے ہیں یا کہ موتی جڑ دیئے ہیں، سامنے والے دونوں دانتوں مبارک میں ہلکی سی فراخی جب آپ گفتگو فرماتے یا مسکراتے تو موقع محل کی مناسبت سے نور کی لاٹیں ظاہر ہوتیں کہ بعض اوقات دیواریں چمک اٹھتیں اور حجرہ مبارک جگمگ جگمگ کرتا نظر آتا کہ ام المؤمنین نے اس کی روشنی میں گری ہوئی سوئی تک اٹھالی۔

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسّم سے تیرے   رات کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

حلیہ مبارک

آپ کی داڑھی مبارک گھنی جس میں چند بال مبارک سفید دکھائی دیتے۔ آپ کا سرِ اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا اور آپ کی مبارک زلفوں میں گھنگریالہ پن، جب آپ ﷺ سرِ اقدس کو ذرا زور سے جنبش دیتے تو مانگ خود بخود ظاہر ہو جاتی تو آپ کی زلفیں مبارک کبھی کانوں کی لَو تک ہوتیں اور کبھی شانوں مبارک کو چھو رہی ہوتیں اور کبھی ان کے درمیان۔ الغرض یہ کہ

روئے روشن پہ زلف سیاہ دیکھ کر ہم ضحیٰ اور سجیٰ دیکھتے رہ گئے

آپ کی گردن مبارک مُورتی کی گردن کی طرح تراشی ہوئی معلوم ہوتی اور چاندی کی طرح مائل بہ سرخی، چمکدار۔ آپ کے تمام اعضاء مبارک نہایت مناسب پر گوشت اور جوانی کے رعب و دبدبہ اور حسن و جمال سے بھرپور۔ پیٹ مبارک سینہ سے نکلا ہوا نہ تھا۔ اور سینہ مبارک فراخ و چوڑا، آپ کے تمام جوڑ مضبوط اور جوانی کے محاسن کا مجموعہ آپ کے بدن مبارک کا وہ حصہ جس پر سورج کی روشنی پڑتی رہتی تھی اس کی ملاحت اس حصہ کی نسبت زیادہ تھی جو کپڑوں میں چھپا رہتا تھا۔ آپ ﷺ کا ایسا گندمی رنگ تھا کہ اُس میں چمک نمایاں ہو جائے اسی لئے آپ ﷺ کی زیارت کرنے والا یوں محسوس کرتا کہ آپ کا جسم انور سرخ و سفید چاندی میں ڈھلا ہوا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ جب عمرہ جعرانہ کے موقع پر احرام میں تھے تو صحابہ کرام نے آپ کے جسم اطہر کو دیکھ کر بلا اختیار کہا ''**کانہٗ سبیکۃُ فضۃ**'' معلوم یہ ہوتا ہے کہ آپ سرخ و سپید چاندی میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ آپ کے سینۂ انور کے بالائی حصہ سے ناف تک تلوار کے انداز پر درمیان میں بالوں کی خوبصورت لکیر تھی اس کے سوا دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھے مگر بازو اور شانوں مبارک پر آگے اور پیچھے کچھ بال مبارک آپ کی مردانگی نمایاں کرتے نظر آتے۔ کلائیاں دراز مضبوط اور ہتھیلیاں فراخ نیز ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں مناسب طور پر لمبی۔ پاؤں کے تلوے قدرے گہرے اور قدم ہموار کہ ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔ جب چلتے تو قوت اور وقار سے قدم مبارک اٹھاتے اور پرسکون کشادہ قدم چلتے۔ جب آپ چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا بلندی سے اتر رہے ہیں اور زمین آپ کے قدموں سے لپٹ رہی ہے جبکہ آپ کے ساتھی دوڑ رہے ہوتے تھے۔ آپ کے ہاتھ مبارک نرم اور بے حد خوبصورت پر گوشت کہ ہمہ وقت خوشبو پھوٹتی رہتی۔ آپ کی پنڈلیاں مبارک موزوں گوشت کے ساتھ چمکدار اور قدم انور نہایت خوبصورت اور ایڑیاں مبارک نازک کہ زیادہ گوشت نہ تھا۔

ایک ٹھوکر سے احد کا زلزلہ جاتا رہا رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

مکھ چندبدر شعشانی ہے متھے چمکدی لاٹ نورانی اے کالی زلف تے اکھ مستانی اے مخمور اکھاں ھن مدھ بھریاں

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ ہمارے چشم و خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کی مہک

اور جب قافلہ (مصر سے) چلا ان کے باپ (یعقوب) نے فرمایا بیشک ضرور میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر میرے بڑھاپے کی وجہ سے تم مجھے ناقص العقل نہ کہو۔ (سورۂ یوسف آیت ۹۴)

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ قافلہ مصر سے چلا جو کہ (حضرت یعقوب علیہ السّلام سے آٹھ دن کی مسافت پر تھا) اور حضرت یعقوب علیہ السّلام دُور سے صرف گُرتے کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السّلام کی خوشبو پا رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کے بدن مبارک کی خوشبو دوسرے لوگوں کے جسم کی بو سے جدا اور مختلف ہے اور انبیاء کرام کی یہی شان ہوتی ہے جیسا کہ بخاری شریف میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق آتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اون اور ریشم کا بُنا ہوا کوئی کپڑا اور خالص ریشم بھی ایسا نہیں چھوا جو کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم و ملائم ہو اور نہ ہی کوئی کستوری اور عنبر ایسا پایا جس کی خوشبو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مہک مبارک سے زیادہ بہتر ہو (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۹۷۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر کی نماز حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ ادا کی حضور ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے جانے کیلئے مسجد سے نکلے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا۔ پس جو بچے آپ ﷺ کے سامنے آتے تو آپ ہر ایک کے گال پر دست شفقت پھیرتے جب میری باری آئی تو (میری خوش نصیبی کہ) میرے دونوں رخساروں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا میں نے حضور ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک کو پایا یا (یوں کہہ لو کہ) خوشبو پائی معلوم یہ ہوتا تھا کہ ابھی کسی عطر فروش کی ڈبیہ سے ہاتھ مبارک باہر نکالا ہے (صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۵۶)

سرور کونین ﷺ جب مدینہ منورہ کے کسی راستہ سے گزرتے اور آپ کے بعد صحابہ کرام کا وہاں سے گزر ہوتا تو وہ آپ کی خوشبو کی بناء پر کہا کرتے تھے کہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضور یہاں سے گزرے ہیں۔

(اخرج البزار وابو یعلیٰ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ میں اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہوں کہ حضور آپ اس سلسلہ میں میری مدد فرمائیں آپ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے میں تمہاری مدد کروں لیکن تم میرے پاس کشادہ منہ والی بوتل اور لکڑی لاؤ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے بازوں مبارک کے پسینہ سے (معجزہ کے طور پر) شیشی کو بھر دیا اور فرمایا یہ لے جاؤ اور اپنی بیٹی سے کہو اس پسینے کو خوشبو کے طور پر استعمال کرے پس جب بھی وہ یہ خوشبو مبارک لگاتیں تو پورا مدینہ منورہ مہک اٹھتا اسی بناء پر لوگوں نے اس گھر کا نام خوشبو والا گھر رکھ دیا تھا۔ **(اخرج ابو یعلیٰ والطبرانی فی الاوسط)**

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں — جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ایمان کامل

حضرت عمر کا کمالِ ایمان

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے میری ذات کے علاوہ باقی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں"۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "نہیں! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان پاک ہے تم (اُس وقت تک) مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی جان سے بھی زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھو"۔ (پس حضرت عمر جان گئے کہ ایمان تو حضور کی محبت کا نام ہے) تو آپ نے فوراً عرض کیا اللہ کی قسم! اب تو آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں" رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہوا ہے (بخاری شریف رقم الحدیث ۶۶۳۲)

اس حدیث پاک کا مطلب واضح ہے کہ جب حضور ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے تو زبان رسالت نے بھی اُن کو کامل ایمان ہونے کی سند عطا فرما دی۔

حضرت علی کی حضور ﷺ سے محبّت کی کیفیت

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا" آپ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کی کیفیت کیا تھی؟" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "قسم بخُدا! رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے مال و دولت، آباؤ اجداد، اپنی ماؤں اور شدید پیاس کے وقت ٹھنڈے (میٹھے) پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے (شرح الشفاء)

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

یادِ مصطفیٰ ﷺ میں آنسو بہانا صحابہ کرام کی سنت ہے

عشقِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار کی ایک محفل کے پاس سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ انصار گریہ فرما رہے ہیں پس انہوں نے پوچھا کہ آپ حضرات رو کیوں رہے ہیں؟ انصار نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی صحبتیں یاد آ رہی ہیں تو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور انصار کی کیفیت بیان کی، آپ ﷺ نے شدتِ درد کی بناء پر اپنے سرِ اقدس پر چادر مبارک باندھی ہوئی تھی آپ ﷺ اسی کیفیت میں تشریف لائے اور اپنے منبر اقدس پر جلوہ گر ہوئے یہ آپ ﷺ کا آخری خطبہ مبارک تھا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی پھر ارشاد فرمایا لوگو! میں تم کو انصار کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کہ انصار تو میرے قلب و جگر ہیں ان پر جو میرا حق تھا وہ انہوں نے (بحسن وخوبی) ادا کر دیا ہے اب ان کا حق (جنت) ہمارے ذمۂ کرم میں ہے (وہ ان کو مل کے رہے گی تم جنتیوں سے محبت کرو) پس ان کی اچھائیوں کو قبول کرنا۔ اور ان کے قصوروں سے درگزر کرنا (دراصل یہ انعام تھا اُن آنسوؤں کا جو انہوں نے یادِ مصطفیٰ ﷺ میں بہائے تھے۔ اور صلہ تھا اُس خدمت کا جو وہ عشق و محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر کرتے رہے) (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۷۹۹)

دین تو سرکارِ دوعالم ﷺ کی اداؤں کا نام ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ شریف کے سال رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا روزہ تھا آپ مقام **کُرَاعُ الْغَمِیم** تک پہنچے تو آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان حضرات کیلئے روزہ کی تلخی کی بناء پر اُسے مکمل کرنا دشوار ہو گیا ہے اب یہ حضرات آپ پر نگاہیں لگائے ہوئے ہیں کہ آپ ان کیلئے کیا کرم فرماتے ہیں (جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کا یہ عالم دیکھا) اور نمازِ عصر کا وقت ہو چکا تھا تو آپ ﷺ نے ایک پیالہ منگایا اور اس میں سے نوش فرمایا پس لوگوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں پی لیا اور اسی وقت روزہ افطار کر لیا مگر کچھ لوگ روزے سے رہے (اور سورج کے غروب ہونے کا انتظار کیا) اور انہوں نے افطار نہ کیا تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے بارے میں بتایا گیا کہ انہوں نے افطار نہ کیا تو آپ ﷺ نے (اُن پر اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے) فرمایا کہ یہ لوگ گنہگار ہیں (کیونکہ دین تو میری اداؤں کا نام ہے اور میری اطاعت واتباع ہی اللہ کی اطاعت ہے۔) (ترمذی شریف رقم الحدیث ۷۱۰)

حضور ﷺ پر عظیم بہن، بھائی نے نماز اور روزہ قربان کر دیا

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی آ رہی تھی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرِ انور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی گود میں تھا۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نمازِ عصر ادا نہیں فرمائی تھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی! اے اللہ بیشک علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے پس تو اُن کیلئے سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں پس میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا تھا پھر وہ غروب ہونے کے بعد طلوع ہوا۔ یہاں تک کہ سورج پہاڑ اور زمین کے درمیان ٹھہر گیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے انہوں نے وضو فرمایا اور نماز عصر ادا فرمائی۔ پھر سورج غروب ہو گیا اور یہ واقعہ مقام صہباء میں پیش آیا (جو مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان ایک جگہ ہے) (الخصائص الکبریٰ جلد دوم ص ۸۲)

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز اور وہ بھی عصر، سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

حضرت اُمِ ہانی بنت ابی طالب کہتی ہیں فتح مکہ کے روز حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کے بائیں طرف آ کر بیٹھیں اور میں آپ ﷺ کے دائیں طرف، اتنے میں ایک باندی برتن لے کر آئی، جس میں پینے کی کوئی چیز تھی، باندی نے وہ برتن رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا آپ ﷺ نے اس برتن سے نوش فرمایا، پھر وہ برتن مجھے عطا فرمایا میں نے بھی اس سے پیا اور عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! میرا روزہ تھا'' میں نے (آپ ﷺ کے پس خوردہ کی برکت کیلئے) روزہ توڑ دیا (سبحان اللہ)۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے قضائی روزہ رکھا تھا؟'' میں نے عرض کیا ''نہیں'' یارسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر نفلی روزہ تھا، تو کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد رقم الحدیث ۲۴۵۶)

حضور ﷺ پر سب کچھ قربان

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوۂ اُحد سے واپسی پر) رسول مکرم ﷺ بنو دینار کی ایک خاتون کے پاس سے گزرے جس کا شوہر، بھائی اور باپ جنگ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ جب لوگوں نے اُسے اس کے شوہر، بھائی اور باپ کی شہادت کی خبر دی تو اُس نے پوچھا بتاؤ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے جواب دیا، اے امِ فلاں آپ کی خواہش کے مطابق وہ اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہیں'' عورت نے کہا مجھے دکھاؤ، میری آنکھیں جب تک ان کے دیدار سے سیراب نہ ہو لیں گی مجھے قرار نہیں آئے گا۔ ''لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ دیکھو وہ ہیں جانِ حیات! اُس نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو جیسے دیکھا تو کہنے لگی آپ ﷺ کے درشن اور دیدار کے بعد ساری مصیبتیں ہیچ ہیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۴ ص ۴۷ مکتبۃ المعارف بیروت)

عشقِ مصطفیٰ ﷺ

کیا اس سے زیادہ حسین شہادت ممکن ہے

ابن اسحاق کہتے ہیں (غزوۂ اُحد کے دن) جب دشمن آپ ﷺ پر گھر گھر کے آنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کون ہے جو ہمارے لئے اپنی جان دیتا ہے؟ یہ سنتے ہی حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ انصاریوں کے ساتھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنی جانیں دیتے چلے گئے اور شہید ہو گئے سب سے آخر میں حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کوئی ایک رہ گئے (غالباً وہ حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے) اور وہ اکیلے لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں نے انہیں نڈھال کر دیا پھر مسلمانوں کی ایک جماعت پلٹی اور انہوں نے حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنوں کو ہٹایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں میرے قریب کرو، لوگوں نے حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قریب کیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنا قدم مبارک ان کے لئے بطور تکیہ پیش کر دیا تا کہ وہ اس پر اپنا چہرۂ انور رکھ سکیں پھر اس حال میں ان کا وصال مبارک ہوا کہ ان کا رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر تھا یعنی وہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قدمِ انور شریف کو چوم رہے تھے اور ان کی روح پرواز کر گئی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، الجزء الثالث ص ۵۲، مطبوعۃ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

گر وقت اجل سر تیرے قدموں میں جھکا ہو۔ جتنی ہی قضا ہو ایک ہی سجدے میں ادا ہو

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس کیفیت میں بندے کا وصال ہوتا ہے اُسی کیفیت میں وہ اُٹھے گا

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ نمبر ۷۲)

تو کیا حضرت زیاد رضی اللہ عنہ روزِ محشر شافع روزِ جزا کے قدموں سے لپٹے ہوئے نہ ہونگے اور اسی کیفیت میں کیا اُن کا حشر نہ ہوگا؟ یقیناً کیوں نہیں!

اے ضعف! مدد کر درِ احمد پہ گرا دے دربان کہیں اٹھ، کہوں اٹھا نہیں جاتا

ہر شخص اپنے گریبان میں جھانکے اور دیکھے کہ اُس کے دل میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی کتنی محبت ہے آیئے ہم اپنا محاسبہ کریں اور غور کریں کہ آیا! ہم اِس معیار اور کسوٹی پر پورا اترتے ہیں کہ نہیں اگر نہیں تو عشقِ مصطفیٰ کے فروغ کیلئے کوشاں ہو جائیں اور اِس کمی کو پورا کریں۔

عشقِ مصطفیٰ ﷺ

صحابہ کا سرمایۂ حیات حضور ﷺ کی محبّت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا (یارسول اللہ) قیامت کب آئے گی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (آپ سوال تو کررہے ہیں ذرا بتائیے) قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا (بالکل تہی دامن ہوں یارسول اللہ پلے تو) کچھ بھی نہیں ہے ہاں! (یارسول اللہ میرا سرمایہ حیات یہ ہے کہ) اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا روزِ قیامت آپ اس کے ساتھ ہونگے جس سے آپ نے محبّت کی ہوگی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اِس فرمان عالی شان سے ہمیں جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی تو ہمیں کسی اور چیز سے کبھی نہیں ہوئی تھی (پھر) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو میں نبی کریم ﷺ، ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب سے محبّت کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ میں جنت میں ان کے ہمراہ ہوں گا (واضح رہے کہ) اگرچہ میرے اعمال تو انکے اعمال کے برابر نہیں ہیں (مگر میری ان کے ساتھ جو محبّت ہے وہ مجھے ان کے ہمراہی میں کشاں کشاں جنت میں لے جائیگی)۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۶۸۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ میں جنت میں ان کے ساتھ ہونگا بلکہ فرمایا مجھے امید ہے کہ ان کے ساتھ ہونگا، اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے من میں رب العٰلمین کی بارگاہ اقدس میں عرض کررہے ہیں کہ "خدا کرے ہمارا عشقِ مصطفیٰ قبول ہو" کیونکہ قبولیت کے بعد ہی یہ مقام نصیب ہوگا۔

قیامت میں سایۂ خداوندی کے حق دار اور خوش نصیب لوگ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات قسم کے آدمی قیامت کے دن اللہ کے سایہ میں ہونگے جبکہ اس روز صرف اُسی کا سایہ ہوگا۔

نمبر۱۔ وہ فرمانروا جس نے عدل وانصاف کیا ہو نمبر۲۔ وہ نوجوان جس کے (بالخصوص) ایام (شباب) یادِالٰہی میں گزرے ہوں نمبر۳۔ وہ شخص جس کا مسجد میں دل اٹکا رہے کہ آنا جانا مسجد سے محبّت کی بناء پر ہو نمبر۴۔ وہ دو افراد جن کا اکٹھا ہونا اور جدا ہونا محبتِ الٰہی کی بناء پر ہو نمبر۵۔ جس کی آنکھیں تنہائی میں اللہ کے ذکر کی بناء پر بہہ اٹھیں نمبر۶۔ وہ شخص جسے کوئی حسین وجمیل اور معاشرہ میں مقام رکھنے والی خاتون برائی کی دعوت دے اور وہ اُسے یہ جواب دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں نمبر۷۔ وہ شخص جو راہِ خدا میں اس طرح لٹائے کہ داہنے ہاتھ کے خرچ کرنے کا بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۶۶۰)

تعظیم مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ کی معیت اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ تعظیم انبیاء سے مشروط ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی معیت ونصرت کا وعدہ ان خوش نصیبوں سے فرمایا ہے جو اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ تعظیم وتوقیر انبیاء علیہم السلام بجالاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرتے رہے، زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم وتوقیر بجالاتے رہے (سورۃ مائدہ آیت ۱۲)

نقش پائے رسول کو مصلّیٰ بنانا حکم خداوندی اور سنت صحابہ ہے

(حضرت) ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کھڑا ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنالو (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۲۵)

عتبان بن مالک جو کہ بدری صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کا امام تھا ان کی مسجد میں امامت کراتا تھا میرے اور اُن حضرات کے درمیان ایک پانی کا نالہ پڑتا تھا جو بارش ہونے کی وجہ سے پانی سے بھر جاتا تھا چونکہ میری بینائی کمزور تھی میرے لئے اس بناء پر بارش کے موسم میں اس سے گزر کر مسجد میں جانا مشکل ہو جایا کرتا تھا۔ تو ایک روز میں سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ سرکار بینائی بھی کمزور ہے اور بارش کی بناء پر اس پہاڑی نالہ کے بھر جانے کی وجہ سے نماز پڑھانے نہیں جاسکتا تو کبھی غریب خانہ پر قدم رنجا فرمائیں اور وہاں کسی جگہ نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اس جگہ کو حصول برکت کی خاطر اپنی نمازوں کیلئے مقرر کرلوں۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ ضرور میری جلوہ گری ہوگی پھر اگلے ہی روز دن چڑھے حضرت ابوبکر کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری ہوگئی آپ ﷺ نے اپنے پہنچتے ہی فرمایا بولو کس جگہ نماز ادا فرماؤں تو میں نے اپنی من بھاتی جگہ کے متعلق عرض کیا حضور یہاں پر! پس آپ ﷺ نے وہاں پر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہم پیچھے صف بستہ حاضر تھے، جب آقائے دو عالم ﷺ نے سلام پھیرا تو ہم نے آپ ﷺ کیلئے حلیم تیار کیا ہوا تھا پیش کیا جسے آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۱۸۶)

صحابہ کرام کا ادب وتعظیم رسول ﷺ

صلح حدیبیہ کے موقع پر (اسلام لانے سے پہلے) عروہ بن مسعود نے صحابہ کرام کے ادب وتعظیم رسول کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ "اے میری قوم۔ اللہ کی قسم میں بڑے بڑے حکمرانوں کے پاس گیا۔ میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے دربار میں پہنچا قسم بخدا میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کے ساتھی اُس کی اس حد تک تعظیم کرتے ہوں جو محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم اگر آپ اپنی ناک مبارک کی ریزش نکالیں تو وہ بھی اُن میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے جس کو وہ اپنے چہرہ اور جلد پر مَل لیتا ہے جب آپ اُن کو حکم دیتے ہیں تو وہ اُس کی تعمیل میں بہت جلدی کرتے ہیں۔ جب وضو کریں تو وہ گرنے والے پانی کو لینے کیلئے جھگڑتے ہیں معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کے حصول کی خاطر وہ ایک دوسرے کو قتل کردیں گے۔ جب آپ کلام فرمائیں تو وہ اپنی آوازوں کو پست کرلیتے ہیں اور آپ کی تعظیم اس حد تک کرتے ہیں کہ آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے بلکہ نگاہیں جھکائے رکھتے ہیں۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۲۷۳۱/۲۷۳۲)

ایک عجیب حکایت

ایک دفعہ مدرسہ انوارالتوحید میں شرک فروش ٹولے کے دومولوی صاحبان بیٹھے ہوئے توحید کو پھیلانے اور شرک کو پوری دنیا سے مٹانے کی تدابیر پر غور کررہے تھے ایک کا نام تھا مولانا شرک پھوڑ صاحب! اور دوسرے تھے مولانا بدعت توڑ۔ گفتگو کے دوران مولانا شرک پھوڑ صاحب فرمانے لگے بھائی بدعت توڑ صاحب دل چاہتا ہے کہ آج آپ سے اپنے دل کی بات کہہ دوں۔ یار کیا کہوں! بعض احادیث کو پڑھ کر تو میں حیران ہو جاتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ ہم پوری امت محمدیہ جن کو بہترین اور مثالی مسلمان شمار کرتے ہیں انہیں ہو کیا گیا تھا؟ یعنی صحابہ کرام کو۔ پورا قرآن کریم پڑھ جائیے۔ اس میں کسی جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے اُن بزرگوں کو حکم نہیں دیا کہ جب میرا آخری رسول تھوکے تو تم اُسے حاصل کر کے اپنے چہروں اور جسم پر مَل لینا۔ جب وضو کرے تو مستعمل پانی کے قطروں کو حاصل کرنے کی خاطر ایڑی چوٹی کا زور لگا دینا۔ اگر نہ مل سکے تو جس جگہ وہ مستعمل پانی گرا ہو وہاں کی گیلی مٹی کو لیکر اپنے چہروں اور جسم پر مَل لینا اگر وہ حجامت بنوائیں تو ایک ایک بال کیلئے ایسے سرتوڑ کوشش کرنا کہ دیکھنے والے یوں محسوس کریں کہ گویا یہ آپس میں لڑ پڑے ہیں اگر کسی کو ایک بال بھی مل جائے تو وہ اُسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے اور حد درجہ اُس کا احترام کرے۔ کمال بات تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں نماز بھی اسی جگہ پڑھنا زیادہ پسند کرتے تھے جہاں حضور سے نماز پڑھوا لیتے تھے۔ لطف تو یہ ہے کہ اللہ کے نبی نے بھی ایسا کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا! ہم نے حدیثوں کی تمام کتابیں کھنگال ڈالیں لیکن ہمیں تو کہیں ایسا حکم نظر نہیں آیا۔ معلوم نہیں پھر صحابہ کرام کس کے حکم سے شب و روز ایسا کرتے رہتے تھے اور غضب تو یہ ہے کہ کوئی ایک بھی انہیں اس سے روکنے والا نہیں تھا۔ بھائی بدعت توڑ! اگر سچی بات کہہ دوں تو سارے مسلمان لٹھ لے کر ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ جانِ برادر! حقیقت یہ ہے کہ مجھے تو صحابہ کرام بھی بالکل بریلوی نظریات کے حامل نظر آتے ہیں۔ عقیدت کے پردے میں جو کچھ وہ کرتے رہے کیا یہ سنتِ بریلویت نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تو انہوں نے اپنے منہ پر سکوت کی مہر لگائے رکھی اور پھر ایک سرد آہ بھر کر قفلِ دہن کھولتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرمانے لگے: مولانا بدعت توڑ صاحب! ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام عقیدت کے پردے میں ایسے کام اس لئے کر رہے ہوں کہ وہ عشقِ مصطفیٰ میں ایک طرح کی لذت بھی محسوس کرتے ہوں اور اس طرح اُن کے عاشقِ رسول ہونے کی شہرت بھی رہے اور رہتی دنیا تک اُن کے عشقِ رسول کے ڈنکے بھی بجتے رہیں جیسا کہ اب بج بھی رہے ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور نے ایسا کرنے سے انہیں منع کیوں نہ فرمایا؟ یہ کیوں نہ کہا اے مسلمانو! جب ایسا کرنے کا پورے قرآن میں کسی جگہ بھی حکم نہیں دیا گیا علاوہ ازیں خود میں نے بھی تمہیں ایسا کرنے کیلئے نہیں کہا۔ اس کے باوجود تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیا کہوں مجھے یوں لگتا ہے کہ حضور کا مسلک بھی بریلویت نواز ہی تھا۔ مولانا بدعت توڑ صاحب نے (صفحہ الٹیے)

لقمہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بھائی شرک پھوڑ صاحب! بریلی والا مولوی تو ابھی کل پرسوں پیدا ہوا تھا، وہ حضور کے زمانہ میں کب تھا؟ مولانا شرک پھوڑ صاحب نے فرمایا کہ بات کچھ بھی ہو لیکن یار میں تو یہی سمجھ سکا ہوں کہ توحید کی علمبرداری کے ساتھ ساتھ بریلویت بھی خود حضور نے ہی پھیلائی تھی اس کے بعد ایک سرد آہ بھرتے ہوئے مولانا شرک پھوڑ صاحب نے دردناک لہجہ میں کہا اچھا یار سب کچھ جانے دو، صحابہ ایسا کرتے رہے، حضور نے بھی اُس کو جائز رکھا کیونکہ یہ سب احترام دل کی گہرائیوں اور پورے خلوص کے ساتھ ہو رہا تھا، لیکن معلوم نہیں ایسے جملہ مواقع پر خدا نے جو کہ دوسرے ہزاروں احکام تو نازل کرتا رہا لیکن ایک دفعہ بھی یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ تعظیم کے پردے میں جو پوجا پاٹ کا کاروبار کر رہے ہو، اُسے بند کر دو۔ ساتھ ہی نہ اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو ایسا کرنے سے روک دو۔ مولانا بدعت توڑ صاحب! مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ خدا بھی اِسی مسلک سے راضی ہے اسی لئے تو خود فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو تعظیماً سجدہ کرو۔ مولانا شرک پھوڑ صاحب ابھی یہ جملہ ختم کرنے ہی پائے تھے کہ کسی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی آنے والے کی صورت نظر نہ آئی لیکن بلند آواز سے وہ یہ کہہ رہا تھا۔ ؎ شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب　　اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کو چھپانا علماء یہود کا طریقہ ہے

یہود کو "تورات" دی گئی اس میں ہمارے آقا و مولا حضرت سیدنا محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق واضح نشانیاں اور آیات موجود تھیں اُنہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ یہ نشانیاں لوگوں کو بتائیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہو تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان بھی لائیں۔ لیکن انہوں نے اس حکم کو نہ مانا بلکہ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جھٹلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوبیاں اور محاسن چھپائے تو اس بناء پر قرآن مجید میں اُن کی مذمت کی گئی بالخصوص علماء یہود کو علماء نہیں بلکہ گدھے سے تعبیر کیا۔

القرآن۔ "اِن لوگوں کا حال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا اور اسکے ماننے کا حق ادا نہ کیا (اس) گدھے کے حال کی طرح ہے جسکی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے کیا ہی بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔" (سورۂ جمعہ آیت نمبر ۵)

یہود ایسا کر کے تورات میں تحریف کے بھی مرتکب ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکذیب وتنقیص شان کر کے اللہ کے غضب کے بھی مستحق ٹھہرے۔ اور اس میں مزید یہ بھی تنبیہ ہوئی کہ جو شخص حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کسرِ شان کرے گا وہ انسان نہیں بلکہ گدھا ہے۔ آجکل بھی قرآن وحدیث میں مذکورہ آپ کے فضائل وکمالات چھپا کر اسی طرح تحریف کا ارتکاب کیا جا رہا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہود کیا کرتے تھے۔

عطائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کسی سائل کے جواب میں "لا" (نہ) نہیں فرمایا۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۶۰۳۴)

عظیم شاعر "فرزدق" نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس صفت کو اپنے شعر میں اس طرح بیان کیا ہے

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِہٖ ‏ لَوْ لَا التَّشَهُّدُ کَانَتْ لَاءُہٗ نَعَمٗ (تفسیر عزیزی ص ۲۹۲)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سوائے کلمۂ شہادت کے "لا" کبھی نہیں کہا۔ اگر یہ کلمۂ شہادت نہ ہوتا تو حضور کی "نہ" بھی ہاں ہوتی۔

ترمذی شریف میں ہے ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد میں ایک چٹائی بچھا کر ان کا ڈھیر لگا دیا۔ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد ان کو بانٹنا شروع کیا اور ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب سب درہم بانٹ دیئے گئے تو اتفاقاً ایک سائل آ گیا۔ حضور نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ البتہ تم کسی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے اس سے لے لو اور اسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ لے۔ میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلّف تو نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی اور رخِ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے ایک انصاری صحابی بھی اس وقت بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے پیارے رسول! بے دریغ خرچ فرمایئے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجئے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوشی سے ہنس پڑے۔ چہرۂ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی ص ۲۹۲)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں رہا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے وضو کا پانی اور دوسری ضرورت کی چیزیں لایا کرتا (یعنی آپ کی نوکری کیا کرتا تھا ایک مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (خوش ہو کر) ارشاد فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو۔ میں نے عرض کی حضور میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر پوچھا کچھ اور؟ میں نے عرض کی بس یہی بہت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا پس کثرتِ سجود کے ساتھ میری مدد کرنا۔ (مسلم شریف جلد اول ۱۹۳)

ان احادیث مبارکہ سے ایک بات یہ تو واضح ہوئی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کسی سائل کو خالی نہیں لوٹایا۔ دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا دنیا کے معاملات کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ جنت اور اس کی نعمتیں بھی آپ کی مٹھی مبارک میں ہیں۔ حضرت ربیعہ سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمانا کہ کثرتِ سجود سے میری مدد کرنا اس بناء پر تھا کہ کہیں بظاہر جنت و جہنم کے ماننے والے میرے مخالفین، یوں باتیں نہ بنانے لگ جائیں کہ میرے جنت کے ساتھی تو بے نمازی اور بے عمل ہوتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت کے بعد مشکل کشا! فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک پر جتنا گریہ کرتے ہوئے دیکھا اتنا کسی کے وصال پر آنسو بہاتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر انور میں قبلہ کی جانب رکھا گیا تھا سرکار دوعالم ﷺ ان کے جنازے پر کھڑے ہوئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتیٰ کہ رونے کی وجہ سے آپ کی سسکیاں بندھ گئیں اور آپ ﷺ فرما رہے تھے اے حمزہ، اے اللہ کے رسول کے چچا، اے اللہ کے شیر اور اللہ کے رسول کے شیر اے حمزہ، اے بھلائیوں کے کرنے والے اے حمزہ، اے مشکل کشا حمزہ، اے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات اقدس کا دفاع فرمانے والے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ نمبر ۲۱۲)

کیا اولاد غیر اللہ ہونے کے باوجود نفع دے سکتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے، صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرے (صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۴۱) سوچئے اور جواب دیجئے کہ کیا اولاد جو کہ زندہ ہے وہ اپنے مردہ ماں باپ کو فائدہ پہنچا سکتی ہے؟ ایک پہیلی بوجھئے! وہ کون ہے جو کہ زندہ ہے مگر اللہ نہیں بلکہ غیر اللہ ہے مگر مردہ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ واضح رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ فرمایا تاکہ اولاد کو رغبت رہے مگر اس کے مفہوم میں تمام چاہنے والے شامل ہیں کہ جو بھی ایصال ثواب کرے کر سکتا ہے جیسا کہ دیگر حدیثوں سے ثابت ہے۔

ایصال ثواب

حضرت عبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ (ان کا دادا) عاص بن وائل (جو مشرک تھا اس) نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ایک سو غلام آزاد کئے جائیں تو اس کے ایک بیٹے ہشام نے (اپنے حصے کے) پچاس غلام آزاد کر دیے تو اس کے دوسرے بیٹے حضرت عمرو نے بھی باقی پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا پس وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا میرے لئے کیا حکم ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر آپ کا باپ مسلمان ہوتا اور آپ اُس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا اُس کیلئے صدقہ کرتے یا حج پڑھتے تو ان تمام چیزوں کا ثواب اسے یقیناً پہنچتا (چونکہ وہ کافر مرا ہے اس لئے اسے ان چیزوں کا فائدہ نہیں ہوگا) (مشکوٰۃ جلد اول صفحہ نمبر ۲۶۶)
اس فرمان رسالت سے واضح ہوا کہ ایصال ثواب مسلمانوں کیلئے ہوتا ہے کافروں مشرکوں کیلئے نہیں اسی لئے مسلمان ہی مسلمانوں کیلئے ایصال ثواب کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کا خود ایصال ثواب کرنا

''رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا جانور ذبح کیا تو دعا فرمائی۔ اے اللہ اس کو میری طرف سے اور میری آل اور میری تمام امت کی طرف سے قبول فرما۔'' یعنی اس کا اجر و ثواب ہم تمام کو پہنچے۔
(صحیح مسلم جلد دوم ص ۵۶)

ایصال ثواب گناہوں کی معافی کا سبب بن جاتا ہے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرا والد فوت ہو گیا ہے اور اس نے مال و دولت بھی چھوڑی ہے اور اُس نے اس مال میں کوئی وصیت بھی نہیں کی پس اگر میں اس کیلئے صدقہ وخیرات کروں تو کیا اس کے گناہوں کی تلافی ہو جائے گی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں!
(ابن ماجہ ص ۱۹۹)

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ صدقہ وخیرات کر کے ثواب پہنچانے سے بھی گناہوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔

ایصال ثواب کیلئے کسی چیز کا منسوب کرنا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ ماجدہ کے وصال کے وقت ان کے پاس موجود نہ تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ میری ماں وفات پا گئی اور میں ان کے پاس موجود نہ تھا کیا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو وہ چیز انہیں نفع پہنچائے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! حضرت سعد نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا اقطار در قطار لگایا ہوا باغ ''مخراف'' میری والدہ پر صدقہ ہے۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۲۷۶۲)

پھر ایک روز حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (کہ یہ تو وہ صدقہ تھا جو میں نے اپنی طرف سے کیا تھا۔ حضور آپ فرمائیے) بہترین صدقہ کون سا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''پانی'' تو حضرت سعد نے کنواں کھدوایا اور کہہ دیا ''**هٰذہٖ لِاُمِّ سعد**'' یہ سعد کی ماں کیلئے ہے (جس کا ثواب حضرت سعد نے اپنی ماں کو پہنچایا اور ''**هٰذہٖ لِاُمِّ سعد**'' کہہ کر اُسے اپنی ماں کی طرف منسوب کرایا)۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۱۶۹)

معلوم ہوا جس کسی چیز کا ثواب کسی کو پہنچایا جائے اس کے نام سے اس چیز کو منسوب کرنا جائز اور عین اتباع شریعت ہے۔ اگرچہ اس عمل کو ناجائز سمجھنے والوں نے اُس کنویں کو بند کر دیا ہے مگر وہ جگہ آج بھی **بئر ام سعد** (سعد کی ماں کا کنواں) سے پہچانی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ذریعہ مردوں کو زندہ کیا گیا

زندہ ہو گئے مردے

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم علیہ السّلام نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے جلائیگا؟ اللہ نے فرمایا کیا آپ کو یقین نہیں! عرض کی کیوں نہیں مگر اس لئے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے فرمایا چار پرندے لے کر انہیں اپنی طرف مانوس کر لیجئے پھر (ذبح کر کے) ان کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دیجئے پھر انہیں بلایئے وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے اور یقین رکھیئے بیشک اللہ بہت غالب ہے بڑی حکمت والا۔ (سورۂ البقرۃ آیت ۲۶۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا مردوں کو زندہ کرنا

(حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا) اور میں شفایاب کرتا ہوں مادرزاد اندھے اور برص والے کو اور میں جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم (اذن) سے (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۴۹ ترجمہ البیان)

باذن اللہ اور من دونِ اللہ کا فرق

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا فرمان ہے کہ میں اللہ کے اذن سے اندھوں اور برص والوں کو شفایاب کرتا ہوں اور مردوں تک کو زندہ کر دیتا ہوں یہاں "اللہ کے اذن سے" کا مطلب یوں بیان کرنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو تو کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے کر رہے ہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ باذن اللہ (اللہ تعالیٰ کا حکم واجازت) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اختیار کی نفی نہیں کر رہا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار دینے کو ظاہر کر رہا ہے گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ جب ہم اپنے مقدس بندوں کو اپنا اذن دیتے ہیں تو وہ مادرزاد نابینوں اور کوڑھیوں کو شفایاب کر دیتے ہیں اور مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں اور ہمہ قسم مشکلات حل کر دیتے ہیں مگر واضح رہے کہ ان کی جانب سے یہ جو عظیم انقلابی صورت نظر آتی ہے سب ہمارے اذن یعنی حکم واجازت سے ہے کہ ہم جنہیں اپنی سلطنت میں اذن عطا فرما دیتے ہیں تو وہ اس سے تہلکہ خیز صورتحال پیدا کر دیتے ہیں اور قرآن مجید میں من دون اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جنہیں اللہ کی طرف سے اذن حاصل نہیں ہوتا۔ وہ کسی چیز کے مالک تو کجا وہ اپنے آپ سے مکھی تک کو دور نہیں کر سکتے۔ یہ فرق ہے باذن اللہ اور من دون اللہ والوں میں۔ کیونکہ بندہ اگر کسی کی مشکل حل کرتا ہے یا حاجت پوری کرتا ہے تو وہ اللہ کے اذن وعطا سے کرتا ہے۔ کہ باذن اللہ سے تو مردے بھی زندہ ہو جاتے ہیں جبکہ من دون اللہ سے مکمل اختیار کی نفی ہوتی ہے

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا مردہ بچی کو زندہ فرمانا

یہ واقعہ مکہ مکرمہ کے شہر میں حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا کہ کوئی شخص نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اس نے جاہلیت کے انداز پر اپنی بیٹی کو فلاں وادی میں پھینک دیا تھا پس حضور ﷺ اس کے ساتھ اس وادی میں پہنچے اور اس بچی کا نام لے کر فرمایا اے فلانی اللہ کے اذن سے مجھے جواب دے بس اتنا فرمانا تھا کہ وہ بچی نکلی اور **لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ** کہتی ہوئی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ تیرے ماں باپ اسلام لا چکے ہیں اگر تو چاہے تو میں تجھے ان دونوں سے ملا دوں کہ تو ان کے ساتھ رہے اُس بچی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اب ان میں رہنے کی خواہش نہیں میں نے اپنے رب کو ان دونوں سے کہیں بہتر پایا ہے۔

(شفا شریف ص ۳۱۶ ج اول)

ماں کی دعا کی برکت سے بیٹا زندہ ہوگیا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایک انصاری کے پاس گئے جو سخت بیمار تھا وہ صحت یاب نہ ہوا اور وفات پاگیا۔ ہم نے اُس پر کپڑا ڈال دیا اُس کے سرہانے اسکی بہت بوڑھی والدہ موجود تھی۔ ہم میں سے کسی نے اُس سے کہا کہ "اے بی بی؟ اپنی مصیبت پر صبر کر"۔ اُس نے کہا "کیا ہوا؟ کیا میرا بیٹا فوت ہوگیا ہے؟" ہم نے جواب دیا کہ ہاں! اُس نے کہا "جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے؟" ہم نے کہا ہاں! اس پر اُس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے اسلام قبول کیا اور اس امید پر تیرے رسول کی طرف ہجرت کی کہ ہر مصیبت میں تو میری دستگیری کرے گا۔ پس آج یہ مصیبت مجھ پر نہ ڈال"۔ حضرت انس بن مالک جو اس حدیث کے راوی ہیں' کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد ہم نے اُس شخص کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو وہ زندہ ہوگیا تھا۔ حتیٰ کہ ہم نے اُس کے ساتھ کھانا کھایا۔ (شرح الشفاء جلد اول صفحہ نمبر ۶۴۹)

اس سے بخوبی واضح ہوا کہ ماں کی دعا کیسی عظیم نعمت اور مصائب و آلام سے نجات کا کتنا آسان ذریعہ ہے۔

درخت اور پہاڑ کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا ہم مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے تو آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے بعض اطراف میں تشریف لے گئے پس آپ ﷺ کسی ایسے درخت اور پہاڑ سے نہیں گزرے جس نے آپ کی خدمت میں "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ" کے الفاظ سے سلام پیش نہ کیا ہو (الشفا شریف ص ۲۵۹۔۲۶۰ مطبوعہ مطبع عثمانیہ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے سلام کرتا تھا کہا گیا بیشک وہ حجر اسود تھا۔ (الشفا شریف ص ۲۶۰)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کی یارسول اللہ میں ایمان تو لاچکا آپ مجھے کوئی ایسا معجزہ دکھایئے جس کی بناء پر میرا ایمان پختہ ہوجائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بتاؤ تم کیا چاہتے ہو اس نے عرض کیا آپ اُس درخت کو بلایئے، اُس درخت کو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوجانا چاہیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم جاؤ اور اسے جا کر کہو (کہ تجھے رسول اللہ ﷺ نے طلب فرمایا ہے) پس وہ دیہاتی اُس درخت کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کا جواب دے وہ درخت اپنی مختلف اطراف میں (خوشی سے) جھوما یہاں تک کہ اس کی جڑیں جدا ہوتی چلی گئیں پس وہ درخت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس نے عرض کیا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ" سو دیہاتی کا یہ منظر دیکھتا تھا کہ وہ پکار اٹھا۔ حضور مجھے یہ کافی ہے۔ مجھے یہ کافی ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس درخت سے فرمایا جہاں سے آئے ہو واپس چلے جاؤ حضرت بریدہ اسلمی نے کہا کہ میں اُس درخت کی جڑوں میں بیٹھ گیا پھر اُس دیہاتی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت طلب کی کہ وہ آپ کے سر اقدس اور قدمین شریفین کو چومے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے اجازت عطا فرمادی اور اُس نے میرے آقاء کے سرِ اقدس اور قدمین شریفین کو چوما پھر اُس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں آپ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجاؤں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کیلئے سجدہ کرنے کی اجازت نہیں۔

(خصائص الکبریٰ جلد دوم ص ۳۵)

فی زمانہ شرک کی حقیقت

شرک یقیناً سب سے بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے، قرآن کریم میں اس کی بہت مذمت آئی ہے مگر المیہ یہ ہے کہ اس کی آڑ میں آج کل کئی اسلامی طور طریقوں کو شرک اور انہیں بجالانے والوں کو مشرک قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کیا جارہا ہے آیئے فرامین رسول کی روشنی میں جائزہ لیں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟

جب ہم احادیث نبویہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس امت کے اعمال میں ریاکاری کا شرک تو پایا جائے گا لیکن پوجا پاٹ والا نہیں۔ حدیث پاک ملاحظہ ہو!۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "جو دکھلاوا کرتے ہوئے نماز پڑھے اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھلاوا کرتے ہوئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا جس نے دکھلاوا کرتے ہوئے صدقہ وخیرات کیا اس نے شرک کیا۔" (مشکوٰۃ شریف ص نمبر ۴۵۵)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ گریہ فرمارہے تھے تو اُن سے عرض کیا گیا کہ آپ رو کیوں رہے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا وہ فرمان عالی رُلا رہا ہے کہ میرے آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا ڈر ہے تو میں عرض گزار ہوا یارسول اللہ کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہاں! لیکن اے شداد بن اوس خبردار ہو جاؤ (وہ پوجا پاٹ والے شرک میں مبتلا نہیں ہونگے کیونکہ) وہ لوگ سورج اور چاند کے پجاری نہ ہونگے اور نہ ہی وہ پتھروں (قبروں) یا بتوں کی پوجا کریں گے لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری (اور دکھلاوا کرتے ہوئے شرک) کریں گے (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۵)

مفہوم احادیث۔ بندہ کو نماز صرف اس لئے پڑھنی چاہئے تھی کہ وہ اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے پیش کردے کہ اے اللہ میں تیری بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں لیکن جب اس نے یہ ارادہ کرلیا کہ مجھے نماز پڑھتے ہوئے فلاں بھی دیکھ لے کہ میں نمازی ہوں یا کسی نے اسے دیکھ لیا اور اِس نمازی کے دل میں یہ گمان آگیا کہ شکر ہے اُس نے بھی مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا کتنا اچھا ہوگیا۔ اور اسی طرح روزہ رکھنا اور صدقہ دینا صرف اللہ کیلئے ہونا چاہئے مگر بندہ نے اپنے ان اعمال صالحہ پر دوسرے لوگوں کے مطلع ہونے کو اچھا جانا کہ اب یہ لوگ بھی مجھے نیک صالح گمان کریں گے تو اُس نے جو کام خالصاً اللہ تعالیٰ کیلئے کرنا تھا اُس میں دوسروں کو ریاکاری کرنے کی بناء پر شریک کرلیا اس کو ریاکاری کا شرک کہتے ہیں اور یہ شرک امت میں پایا جائے گا مگر پوجا پاٹ والے شرک کا وجود امت میں نہیں ہوگا جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس بارے میں صراحت فرمادی ہے کہ میری امت میں پوجا پاٹ والا شرک نہ ہوگا۔ یعنی میری امت کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی امر میں بھی مساوی قرار نہ دے گی کہ وہ شرک فی الالوہیت کی مرتکب کہلائے بلکہ لوگ بناوٹ اور ریاکاری کریں گے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہاں اس ریاکاری کو شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔

امت دنیاداری میں مبتلا ہو سکتی ہے شرک میں نہیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم بخُدا یقیناً میں تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں رکھتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔ لیکن مجھے تو خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا میں پڑ جاؤ گے (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۳۴۴/۳۵۹۶)

اب دیکھنا یہ ہے اس حدیث شریف میں کن افراد سے اور کس قسم کے شرک کی نفی کی گئی ہے۔ ظاہر ہے اس کی وضاحت بھی ہمیں فرمان نبوی سے ہی حاصل کرنی چاہیے۔ کیونکہ آجکل کا دور ایسا ہے کہ ہر شخص بالخصوص دینی معاملات میں اپنی الا پتا ہے اور دین کا مفہوم اُس نے اپنی رائے کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث سے یہ بات سو فیصد ثابت ہو رہی ہے کہ یہ امت سورج، چاند، پتھروں (قبروں) اور بتوں کو نہیں پوجے گی۔ اس حدیث میں پوجا پاٹ والے شرک کی واضح نفی کی گئی ہے۔ مزید یہ کہ غیب دان نبی ﷺ کا قسم کھا کر یہ فرمانا کہ تم میرے بعد شرک نہ کرو گے بتلا رہا ہے کہ امت کے بعد والے لوگ دنیا دار ہو جائیں گے اور طلب دنیا میں مبتلا ہو کر دنیا کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کریں گے مگر شرک نہ کریں گے کیونکہ یہ بات تو مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ مسلمانوں میں دنیاداری کا زمانہ صحابہ کرام کا زمانہ نہیں تھا بلکہ بعد کا زمانہ ہے۔ پس بعد والے قیامت تک کے مسلمانوں سے اس حدیث شریف میں شرک کی نفی کی جا رہی ہے کہ وہ دنیاداری میں تو مبتلا ہو سکتے ہیں شرک میں نہیں۔

شرک کا فتویٰ لگانے والا مفتی خود اپنے فتویٰ کے وبال میں

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک مجھے تم پر ایک ایسے شخص کے مسلط ہونے کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا یہاں تک کہ اُس پر قرآن کی تروتازگی ظاہر ہو گی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے اسلام کا لبادہ سب سے زیادہ عزیز رہے گا پھر اس لباس سے وہ نکل جائے گا اور اسے پیٹھ پیچھے پھینک دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار سے حملہ آور ہو گا اور اُس پر شرک کا الزام لگائے گا کہ (تو بھی مشرک ہے تو بھی مشرک ہے) حضرت حذیفہ نے کہا میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ ان دونوں میں سے کون شرک کی سزا کا مستحق ہو گا (یعنی) جس پر شرک کا الزام لگایا گیا یا الزام لگانے والا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً فرمایا شرک کا الزام لگانے والا (یعنی میری امت میں شرک نہ ہو گا بلکہ شرک کا الزام لگانے والا میری امت کو خواہ مخواہ مشرک قرار دے گا اور اس بنا پر وہ خود اس کی سزا کا مستحق ہو گا)۔ اس حدیث کی سند کے بارے میں امام ابن کثیر نے فرمایا **اسنادُہ جیّد** کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔ (اسے قابل اعتماد قرار دیا ہے)

(تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۲۳۶)

علم غیب قرآن مجید کی روشنی میں

جب علم غیب کے مسئلے پر غور کیا جاتا ہے تو اس سلسلہ میں مختلف طرح کی آیات سامنے آتی ہیں۔ ایک تو وہ آیت ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیب کا علم سوائے اللہ کے کوئی نہیں رکھتا۔

جیسا کہ سورۂ نمل میں ہے "اے حبیب فرما دیجئے اللہ کے سوا جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کو نہیں جانتا" (سورۂ نمل آیت نمبر ۶۰)

دوسری وہ آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم غیب عطا فرماتا ہے چند آیات ملاحظہ فرمائیں

اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے ہاں اللہ غیب کیلئے چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں (سورۂ ال عمران آیت نمبر ۱۷۹ ترجمہ البیان)

اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنا (کامل) غیب سوائے اپنے رسولوں کے کسی کو نہیں بتاتا ہے۔ (سورۂ جن آیت نمبر ۲۶/۲۷)

کیونکہ قرآن مجید کی آیات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ "اور اگر وہ (قرآن) اللہ کے غیر کی طرف سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں اختلاف پاتے" (سورۂ النساء آیت نمبر ۸۲)

لہٰذا ان دونوں طرح کی آیات کو ملانے سے ایسا نتیجہ نکلنا چاہیے کہ آیات میں یہ جو بظاہر اختلاف نظر آ رہا ہے دور ہو جائے اس کا حل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خود بخود غیب نہیں جان سکتا۔ ہاں اللہ جسے چاہتا ہے علم غیب عطا فرما دیتا ہے جیسا کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کے علم غیب عطا فرمانے کا ذکر اس طرح فرمایا کہ "میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔ (سورۂ یوسف آیت نمبر ۹۶) یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے وہ تمہیں نہیں بتلایا اور اسی بات کو قرآن مجید کی یہ آیت بھی بیان فرما رہی ہے "اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو یقیناً میں نے بہت سی بھلائی جمع کر لی ہوتی اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی" (سورۂ اعراف آیت نمبر ۸۸) چونکہ یہ خیر اور بھلائی جو میرے پاس ہے میں نے خود اپنے طور پر جمع نہیں کی اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ "بیشک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی" (سورۂ الکوثر آیت نمبر ۱) لہٰذا یہ علم غیب بھی میں خود سے نہیں جانتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور مجھے جیسی بھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے میرا اپنا تو کچھ بھی نہیں سب کچھ میرے رب کا ہے۔

ہاں جس آیت کریمہ میں یہ آتا ہے "بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم وہ مینہ برساتا ہے اور جانتا ہے جو رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کل وہ کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا وہ کہاں مرے گا بیشک اللہ ہی خوب جاننے والا ہے اور خوب بتلانے والا ہے" (سورۂ لقمان آیت نمبر ۳۴)

اس آیت کریمہ میں بھی خود بخود جاننے کی نفی ہے کیونکہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم ان چیزوں کا علم کسی کو بھی عطا نہیں فرماتے بلکہ آیت کے آخر میں یہ فرما کر کہ وہ خوب بتلانے والا ہے سے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے بارے میں بھی جس کو چاہتا ہے بتلاتا ہے۔

کئی آیات اور بے شمار حدیثیں ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کامل علم غیب عطا فرمانے کا ذکر ہے، نا معلوم کس بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم غیب کی نفی کی جاتی ہے۔

علم غیب احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ہمیں ابتداء پیدائش عالم سے خبر دینی شروع کی۔ یہاں تک کہ جنتی اپنی جگہوں میں داخل ہو گئے اور دوزخی اپنی جگہوں میں پہنچ گئے۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۱۹۲)

اس حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ابتداء عالم سے انتہا تک کائنات کے تمام کے تمام حالات بیان فرما دیئے۔

ابوزید (عمرو بن اخطب) فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا حضور ﷺ منبر سے اترے نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ شروع کیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور ﷺ نیچے تشریف لائے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنا خطبہ جاری فرمایا اور یہ خطبہ غروب آفتاب تک جاری رہا اس طویل خطبہ میں (جو صبح سے شام تک جاری رہا) حضور ﷺ نے ہمیں **(ماکان)** جو کچھ پہلے گزر چکا تھا کی خبر دی اور **(ماھو کائن)** جو کچھ ہونے والا تھا اُس کی بھی خبر دی ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جسے یہ خطبہ زیادہ یاد ہے۔ (مسلم شریف جلد دوم ص ۳۹۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے کچھ ایسی باتوں کے بارے میں پوچھا گیا جن کے دریافت کرنے کو سرکار دو عالم ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ جب ان سوالات کے بارے میں بہت زیادہ اصرار کیا گیا تو آپ ﷺ کو جلال آ گیا۔ پھر آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا تم مجھ سے جو چاہو پوچھو! ایک شخص جس کے نسب کے بارے میں اختلافات کیا جاتا تھا اُس نے عرض کیا حضور میرا باپ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی یہی سوال کیا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (تیرا موجودہ باپ حقیقی باپ نہیں) بلکہ شیبہ کا غلام سالم تیرا باپ ہے۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۹۲،۹۳)

تم مجھ سے جو پوچھو گے بتاؤں گا (فرمان نبوی) ﷺ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے میں اُس کی خبر دوں گا جب تک میں اس جگہ (منبر) پر ہوں (تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا) (بخاری شریف رقم الحدیث ۵۴۰)

یہ کہنا؟ کہ حضور ﷺ جب تک منبر پر جلوہ گر رہے اُس وقت تک آپ کو تمام موجودات کا علم تھا مگر اس کے بعد نہ رہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وہ علم بعد میں سلب کر لیا۔ یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے جبکہ بخاری شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ علماء کے سینوں سے علم سلب نہیں فرماتا چہ جائیکہ وہ اپنے حبیب سید الانبیاء ﷺ کو علم عطا فرمانے کے بعد اُن سے علم چھین لے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اُسے علماء کے سینوں سے سلب کرے بلکہ وہ علماء کو موت دیکر علم کو اس دنیا سے اٹھالے گا۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۰۰)

حضور ﷺ نے اپنے غیب کی خبریں عطا فرمانے کو منبر پاک پر جلوہ گر ہونے سے مقید کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک میں اس جگہ منبر پر جلوہ گر ہوں تم جو چاہو سوال کرو۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ منافقین کہیں میرے آقا ﷺ کے فرمانِ عالی شان کو کھیل کود نہ بنالیں کہ چلتے پھرتے مختلف چیزوں کے متعلق سوالات کرتے رہیں کہ آپ نے خود تو فرمایا کہ جو چاہو پوچھو وغیرہ وغیرہ منافقین کے اس ناروا رویہ کی روک تھام کیلئے آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا جب تک میں اس جگہ منبر پاک پر جلوہ گر ہوں تمہیں اجازت ہے جو چاہو پوچھ سکتے ہو مگر اس کے بعد میں بتانے کا پابند نہ ہوں گا پھر چاہوں گا تو بتاؤں گا ورنہ نہیں۔

تمام زمین حضور ﷺ کی نظر میں

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔
(صحیح مسلم جلد دوم صفحہ نمبر ۳۹۰)

حضور سید عالم ﷺ کے علمِ اقدس کے بارے میں اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اپنے حبیب حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو روزِ اول سے روزِ آخر تک کا علم دیا اور تمام علوم مندرجہ لوحِ محفوظ نیز اپنی ذات وصفات کی معرفت سے متعلق بہت علوم عطا فرمائے جمیع جزئیات خمس کا علم دیا جس میں خاص وقت قیامت کا علم بھی شامل ہے۔ احوال جمیع مخلوقات تمام **ماکان ومایکون** (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے) کا علم عطا فرمایا۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شفاعت سے محرومی کن لوگوں کا مقدر ہے؟

قرآن مجید میں شفاعت سے متعلق دو طرح کی آیات آئی ہیں اور وہ دونوں برحق ہیں ایک وہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی سفارشی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا جبکہ دوسری آیات واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کی جائیگی اور اللہ تعالیٰ اسے قبول بھی فرمائے گا لہٰذا آپ حضرات اس سلسلہ میں کسی تردد اور مغالطہ کا شکار نہ ہوں کہ آیا سفارش ہوگی کہ نہیں، آیئے اور قرآن مجید کے ماننے کا حق ادا کیجئے اور دونوں طرح کی آیات پر ایمان لائیں اور تسلیم کریں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کے بارے میں فرمان الٰہی ہے

کیا تم کتاب کے کچھ حصہ پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو پس جو لوگ تم میں سے ایسا کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوا ہوں اور قیامت کے دن شدید عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۸۵)

جو لوگ شفاعت کا انکار کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات سے شفاعت کی قبولیت پر یقین نہیں رکھتے اور جو افراد شفاعت کی قبولیت پر یقین نہیں رکھتے یقیناً اُن کیلئے شفاعت میں سے کوئی حصہ نہیں ہوگا اور وہ شفاعت مصطفیٰ ﷺ سے محروم ہی رہیں گے۔ کیونکہ حدیث قدسی میں ہے ہمارے آقا شافع روز جزاء ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا بندہ میرے بارے میں جیسا گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ (مسند امام احمد بن حنبل ص ۴۹۱ جلد نمبر ۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے شفاعت کو جھٹلایا اس کیلئے شفاعت میں سے کوئی حصہ نہیں (فتح الباری جلد ۱۱ ص ۴۲۶)

واضح رہے جن آیات میں شفاعت نہ ہونے کا ذکر ہے وہ کافروں اور مشرکوں سے متعلق ہیں مگر جن میں سفارش قبول ہونے کا بیان ہے وہ مؤمنین اور مسلمانوں سے متعلق ہیں۔

کافروں کیلئے شفاعت نہیں

اور جس دن قیامت برپا ہوگی مجرم مایوس ہو کر رہ جائیں گے اور ان کے بنائے ہوئے شریکوں (بتوں) میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور وہ بھی اپنے شریکوں (بتوں) کے منکر ہو جائیں گے (سورۂ روم آیت نمبر ۱۲، ۱۳)

مؤمنین کیلئے شفاعت ہوگی

''قیامت کے روز جسے رحمٰن نے اجازت دے دی اور اس کی باتوں سے وہ راضی ہے اس کے علاوہ کسی کی شفاعت کام نہ آئے گی'' (سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۹)

تو ظاہر ہے جن کے بارے میں قرآن خود ناطق ہے کہ ان کی کوئی بات بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر نہیں ہوتی وہ عظیم ذات تمام سفارشیوں کے سرخیل، قائد اور پیشرو ہونگے ''اور وہ (میرے حبیب) اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے ان کا فرمان تو وحی الٰہی ہوتا ہے''۔ (سورۂ النجم آیت نمبر ۳، ۴)

حیرت ہی حیرت

حیرت تو اس بات پر ہے کہ بخاری اور مسلم و دیگر کتب احادیث میں بے شمار حدیثیں شفاعت کو بیان کر رہی ہیں جن میں سے چند ابھی آپ ملاحظہ بھی فرمائیں گے تو آج تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ لوگوں نے شفاعت کا انکار کس بل بوتے پر کیا ہے۔ کیا ان خود ساختہ سوالات کی بناء پر کہ کیا اللہ تعالیٰ پر کوئی سفارش کر کے دباؤ ڈال سکتا ہے؟ آیا ظالموں کو کوئی چھڑا لے گا؟ سفارش تو بے جا بات پر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ اس کے متعلق جوابات تو کتابوں میں مذکور ہیں یہاں تو اتنا کہنا ہی کافی ہونا چاہئے کہ کیا شفاعت کا انکار کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کا دامن ہر آلودگی سے پاک ہے کہ بس وہ میزان پر جائیں گے اور ان کے اعمال کا وزن ہوگا اور فرشتوں کو حکم ہوگا انہیں سیدھا جنت میں لے جاؤ کیا کوئی آدمی اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہے تو بولے اور سامنے آئے اگر نہیں تو پھر قیامت اور حشر کی ہولناکیوں سے پناہ اور نجات کیسے ملے گی ظاہر ہے کہ دامنِ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر ممکن نہیں ہاں کافروں اور مشرکوں کیلئے نہ تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سفارش فرمائیں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے گا اور سوچنے کا مقام تو یہ ہے کہ ان تمام حدیثوں کا کیا جواب ہوگا جس میں شفاعت کرنے کی کیفیت و حالات و واقعات تک کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل میں اسلام کے بارے میں ایسے (خطرناک) خیالات آنے لگے جو حالت کفر میں بھی نہ آئے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے میری اس کیفیت کو جان لیا تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے میرے سینے پر ہاتھ مبارک مارا ہاتھ مبارک کا مارنا تھا کہ میں پسینہ سے شرابور ہو گیا اور میری کیفیت ایسی ہو گئی گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں۔ اس موقع پر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کی مغفرت کی دعا روزِ محشر کیلئے رکھی ہوئی ہے یہ دعا میں تب کروں گا جب تمام مخلوقِ خدا میری بارگاہ میں حاضر ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام بھی (مسلم جلد اول صفحہ نمبر ۲۷۳)

وہ جہنم میں گیا جو اِن سے مستغنی ہوا۔ ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

شفاعتِ رسول ہر عاشق مصطفیٰ کو نصیب ہوگی

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ رب نے مجھے آج رات کس چیز کا اختیار دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا اُس نے مجھے میری نصف امت کو (بلا حساب و کتاب) جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت (کہ میں اپنی امت کی سفارش کروں اور تمام امت بالآخر جنت میں داخل ہو جائے اس) کے درمیان اختیار دیا ہے تو میں نے شفاعت کو پسند کر لیا (کہ بالآخر میرے تمام امتی جنت میں داخل ہو جائیں) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بھی شفاعت (کے حصول) کا اہل کر دے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری شفاعت کا حقدار ہر مسلمان ہوگا۔ (ابن ماجہ ص ۳۳۰، ترمذی شریف رقم الحدیث ۲۴۴۱)

حدیث پاک کے آخری جملہ سے واضح ہے کہ ہر عاشق مصطفیٰ امتی کو سرکار دو عالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی یہ حکم عام ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں۔

دُہائی دے رہے ہیں صاحب تاج شفاعت کی　　قیامت میں تمام احوالِ محشر دیکھنے والے

تمام اہل محشر بغرض شفاعت درِ مصطفیٰ پر حاضر ہوں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزِ محشر لوگ شفاعت کی غرض سے میری بارگاہ میں حاضر ہونگے تو میں عرش کے نیچے اپنے رب کی بارگاہِ اقدس میں سربسجود ہو جاؤں گا تو مجھے کہا جائے گا اے محمد (عربی ﷺ) سرِ اقدس کو اٹھائیے اور سفارش فرمائیے، آپ کی سفارش قبول کی جائیگی، آپ ﷺ مانگیں، دیا جائے گا، آپ فرمائیں، سنا جائے گا۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۳۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا میں شفاعت فرمانے والا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو وہاں کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا میں نے عرض کیا اگر میں مقام صراط پر آپ کی زیارت نہ کر سکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھے میزان کے پاس دیکھنا میں نے عرض کیا اگر میں میزان کے پاس آپ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے حوض کوثر کے پاس طلب کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا (سنن ترمذی رقم الحدیث ۲۴۳۳)

آپ ﷺ کی اِن مقامات پر جلوہ گری امت کے مشکل اور آڑے وقت میں کام آنے کیلئے ہوگی کیونکہ میزان پر جلوہ گری کہ امت کے اعمال کا وزن ہو رہا ہوگا اس وقت ایک مونس غم خوار سفارشی کی انتہائی ضرورت ہوگی۔ اور حوض کوثر پر جلوہ گری پیاس سے تڑپتی امت کی پیاس بجھانے اور اسے سکون عطا فرمانے کیلئے ہوگی۔ صراط پر یہ وہ کٹھن وقت ہوگا کہ اِس سے گزرنا بغیر نبی کریم ﷺ کے سہارے کے ممکن نہ ہوگا۔

رضا پُل سے اب وجد کرتے گزریئے　　کہ ہے ربِّ سَلِّم صدائے محمد ﷺ

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ ان سے — پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور جب قیامت کے دن ہر ظالم (انتہائی حسرت و یاس سے) اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے چبائے گا اور کہے گا ہائے! میں نے رسول ﷺ کے ساتھ راہ لی ہوتی (کہ میرا بھی رسول کے ساتھ محبت اور غلامی کا رشتہ ہوتا) ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں (فلاں جنہوں نے مجھے درِ مصطفیٰ سے دور کر دیا) کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا (اُف) یقیناً میرے پاس نصیحت تو آئی تھی مگر اس نصیحت سے میرے دوست نے مجھے گمراہ کر دیا (اور میں درِ رسول سے ہٹ گیا) (سورۂ فرقان آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹)

درِ رسول پر پڑا رہوں گا — پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
مگر قیامت کے دن یہ حسرت و یاس کام نہ آئے گی

اللہ تعالیٰ کے مقدس بندے بھی شفاعت فرمائیں گے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی بھی اپنے حق کیلئے دنیا میں اتنا نہ جھگڑا ہوگا کہ جتنی کوشش وہ اپنے رب کی بارگاہ میں ان مسلمان بھائیوں کے چھڑانے کے سلسلہ میں کرے گا جو کہ جہنم میں داخل کئے جا چکے ہونگے پس شفاعت کرنے والے سفارشی عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے بھائیوں کو جو ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، حج کرتے تھے انہیں دوزخ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تم جاؤ جنہیں پہچانتے ہو انہیں دوزخ سے نکال لاؤ وہ جہنم میں ان کے پاس جائیں گے (مگر جہنم کی آگ انہیں نہ ستائے گی) اور وہ ان کی شکلیں دیکھ کر انہیں پہچان لیں گے ان میں سے بعض کو تو آگ نے پنڈلیوں کے نصف تک پکڑا ہوا ہوگا اور بعض کو ٹخنوں تک پھر وہ انہیں نکالیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں جن کے نکالنے کا حکم فرمایا تھا ہم انہیں نکال لائے ہیں پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا ان کو بھی نکالو جن کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہے پھر فرمائے گا انہیں بھی نکالو جن کے دل میں آدھے دینار کے برابر ایمان ہے یہاں تک کہ اس کو بھی نکالو جس کے دل میں رتی کے برابر بھی ایمان ہے (نسائی جلد دوم ص ۲۶۹)

روزہ اور قرآن مجید بھی شفاعت کریں گے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا روزہ اور قرآن دونوں (قیامت کے دن) شفاعت کرینگے روزہ عرض کرے گا اے میرے رب میں نے اس بندہ کو کھانے اور شہوت کے پورا کرنے سے دن میں روکے رکھا تھا (اس نے میری خاطر یہ سب کچھ کیا) پس تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما لے اور قرآن مجید عرض کرے گا میں نے اسے سونے سے روکے رکھا (یہ میری تلاوت کی خاطر جاگتا رہا) پس تو اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول فرما لے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) پس دونوں کی سفارش قبول ہوگی (یعنی وہ بندہ بخشا جائے گا۔) (مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۱۷۳)

شفاعت

امتی کی فریاد شافعِ روزِ جزاء کی بارگاہِ اقدس میں

کاش! فریاد مری سُن کے یہ فرمائیں حضورﷺ
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے

کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے

کس سے کہتا ہے کہ للّٰہ خبر لیجئے مری
کیوں ہے بیتاب یہ بےچینی کا رونا کیا ہے

اس کی بےچینی سے ہے خاطرِ اقدس پہ ملال
بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گزرا کیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا، کیا کیا ہے

سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال کے ہیں پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے

آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رُسل
بندہ بےکس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے

اَب کوئی دم میں گرفتارِ بلا ہوتا ہوں
آپ آجائیں تو کیا خوف ہے کھٹکا کیا ہے

سن کے یہ عرض مری بحرِ کرم جوش میں آئے
یوں ملائک کو ہو ارشاد ٹھہرنا کیا ہے

کس کو تم مَوردِ آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے

ان کی آواز پہ کر اُٹھوں میں بیساختہ شور
اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے

لو وہ آیا مرا حامی مرا غم خوارِ اُمم
آگئی جاں تنِ بے جاں میں یہ آنا کیا ہے

پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپا لیں سرور
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے

بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے درکار
کیسا لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے

چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں محکوم ہیں ہم
حکمِ والا کی نہ تعمیل ہو زہرہ کیا ہے

یہ سماں دیکھ کے محشر میں اُٹھے شور کہ واہ
چشمِ بد دور ہو کیا شان ہے رتبہ کیا ہے

صدقہ اس رحم کے اس سایۂ دامن پہ نثار
اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے

اے رضا جانِ عنادل ترے نغموں کے نثار
بلبلِ باغِ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

وسیلہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط سالی ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے وسیلے سے باران رحمت کی دعا کیا کرتے تھے اور عرض کرتے تھے، اے اللہ! ہم ہمیشہ اپنے نبی ﷺ کو تیری طرف وسیلہ بناتے تھے تو تُو ہمیں سیراب فرماتا تھا آج ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں پس تو ہمیں سیراب فرما۔ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ اس دعا کے فوراً بعد ان پر بارش برسنے لگ جاتی۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۰۱۰)

اس حدیث شریف کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ حضرت عباس کے وسیلے سے دعا مانگ کر یہ ثابت کر دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دیگر مقدس حضرات کے وسیلے سے دعا مانگنا بھی درست ہے۔ اس حدیث شریف کا یہ مطلب بیان کرنا کہ جب تک بندہ اس دنیا میں زندہ موجود ہے اس کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے لیکن جو وفات شُدگان لوگ ہیں اُن کے وسیلہ سے دعا کرنا درست نہیں اسی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اور اپنے سے پہلے گزرے ہوئے انبیائے کرام کے وسیلہ سے خود بھی دعا کی۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کا انتقال ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کی قبر کھودی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے مٹی نکالی اور جب آپ فارغ ہو گئے تو پھر آپ ﷺ قبر میں داخل ہوئے اور لیٹ کر یہ دعا فرمائی۔ اللہ ہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی (اے اللہ!) میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما! انہیں ان کی حجت القاء فرما (کہ وہ قبر کے سوالات کے جوابات بآسانی دے سکے) اور اپنے نبی (محمد ﷺ) اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے اُن کی قبر کو وسیع فرما بیشک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے پھر آپ نے ان پر چار تکبیر کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور آپ ﷺ حضرت عباس اور حضرت ابوبکر نے انہیں قبر میں اتارا۔ (طبرانی کبیر، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ نمبر ۲۵۷)

اس حدیث پاک میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھ ساتھ ان انبیائے کرام کا بھی وسیلہ پیش کیا جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے وصال فرما چکے تھے۔

وسیلہ

حضور ﷺ کا صحابہ کرام کو اپنے وسیلہ مبارکہ سے دعا کرنے کی تلقین فرمانا

حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اُس نے عرض کیا آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیجئے کہ وہ میری آنکھیں ٹھیک کردے آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اس کام کو مؤخر کردوں اور یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا (کہ جنت میں تمہیں اُس کا صلہ ملے گا) اور اگر تم چاہو تو (ابھی) دعا کردوں، اُنہوں نے کہا آپ دعا کردیجئے آپ ﷺ نے اُسے فرمایا تم اچھی طرح وضو کرلو دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد یہ دعا کرو ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت (ﷺ) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوا ہوں، اے محمد (عربی ﷺ) میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ نبی کریم ﷺ کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرمالے۔ حضرت عثمان بن حُنیف نے کہا قسم بخدا ابھی ہم اس مجلس سے اٹھے نہیں تھے اور نہ ہی سلسلہ گفتگو دراز ہوا تھا کہ اتنے میں وہ (نابینا) شخص اِس حال میں داخل ہوا کہ اُس کی آنکھوں میں تو کوئی تکلیف نہ تھی۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر ۹۹)

تبرکات کو وسیلہ بنانا

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت بُنی ہوئی حاشیہ والی چادر لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض گزار ہوئی کہ میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تا کہ آپ کو پہناؤں۔ نبی کریم ﷺ نے وہ لے لی اور آپ کو اُس کی ضرورت بھی تھی۔ آپ اُسے تہبند کی صورت میں باندھ کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ فلاں صحابی (کہ وہ عبدالرحمٰن بن عوف تھے یا سعد بن ابی وقاص) نے اُس کی تعریف کی اور کہا کہ کتنی اچھی ہے۔ یہ مجھے پہنا دیجئے۔ لوگوں نے اُنہیں کہا آپ نے یہ اچھا نہیں کیا کیونکہ نبی کریم ﷺ کو اس کی ضرورت تھی اور آپ نے یہ جانتے ہوئے بھی سوال کردیا کہ آپ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے یہ پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ اسے (بطورِ تبرک کے) اپنا کفن بناؤں۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہی (چادر) اُن کا کفن بنی۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۲۷۷)

ظاہر ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چادر اس لئے مانگی تھی کہ اسے کفن بنائیں تا کہ وہ ان کیلئے سختیِ قبر سے نجات اور اخروی عروج کا سبب بنے۔ اِسے ہی تو کہتے ہیں بزرگانِ دین کے تبرکات کے وسیلہ سے برکت حاصل کرنا۔ واضح رہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

وسیلہ

تبرکات سرکار مدینہ ﷺ کا حصول اور ان سے بیماروں کی شِفا یابی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوطلحہ نے سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال مبارک (بطور تبرک) حاصل کئے۔ (بخاری شریف رقم الحدیث نمبر ۱۷۱)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے قربانی کے بعد حجام کو بلایا اور اپنے سر مبارک کے دائیں طرف کے بال مبارک منڈوائے اور حضرت ابوطلحہ انصاری کو بلا کر انہیں عطا فرمائے پھر آپ نے بائیں طرف کے بال مبارک منڈوائے اور وہ بھی حضرت ابوطلحہ کو عطا فرمائے اور فرمایا ان تمام بالوں کو لوگوں میں تقسیم کردو۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا اس میں پانی بھی تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس میں اپنے مبارک ہاتھوں اور چہرۂ انور کو دھویا اور اُس میں کلی مبارک فرمائی پھر حضرت بلال اور ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا اس میں سے پیو اور اسے اپنے چہروں اور سینوں پر بہالو۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۸۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے اور (اُس وقت) میں بے ہوش تھا پس حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۹۴)

یہ احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے مبارک بالوں اور ہاتھوں مبارک اور چہرۂ انور کا دھوون اور کلی مبارک کا پانی خود عطا فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ عطا فرمانا برکت وفیض کے تقسیم کرنے کیلئے تھا۔ ؎ جن کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات ایسے جانِ مسیحیٰ پہ لاکھوں سلام

اُسے شِفا کیوں نہ ہو جس کے طبیب خود حبیب خدا ﷺ ہوں

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیماری کے بارے میں عرض کرتا تو نبی مکرم ﷺ اپنے لعاب دہن کو مٹی میں ملاتے اور فرماتے ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض (یعنی خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لعاب کے ساتھ مل کر رب کے اِذن سے مریضوں کو شِفا دیتی ہے۔ (ابوداؤد شریف ص ۵۴۳)

غزوۂ خیبر کے موقع پر جب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے عشق اور اُن کی محبوبیت کی سند اور فتح ونصرت کا جھنڈا عطا فرمانے کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا گیا تو آپ کی آنکھیں مبارک دکھ رہی تھیں تو اس موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا لعاب دہن مبارک حضرت علی کی آنکھوں مبارک کو پلایا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئیں۔

(بخاری شریف رقم الحدیث ۳۷۰۱)

دعا کی اہمیت

درود و سلام کی تو مخالفت تھی ہی۔ مگر نا معلوم، خدا سے مانگنے سے عار کیوں ہونے لگی۔ غالباً تکبر اور بڑائی رکاوٹ ہے قرآن مجید نے آج کل کے اس سارے منظر کا نقشہ کھینچ دیا ہے کہ کچھ لوگ تو دعا کر رہے ہوتے ہیں مگر کچھ لوگ دور کھڑے ہوئے اُن کا مذاق اُڑا رہے ہوتے ہیں ایسے لوگ جو دعا سے گریز کرتے ہیں کہ نہ نماز کے بعد دعا نہ جنازے کے بعد ان کے متعلق رب کائنات کا یہ فرمان موجود ہے۔

اور آپ کے رب نے ارشاد فرمایا مجھ سے دعا کرو میں ضرور قبول کروں گا بیشک جو لوگ (دعا نہ کر کے) میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہونے کی حالت میں داخل جہنم ہونگے۔ (سورۂ مؤمن آیت نمبر ۶۰)

بے شک میرے بندوں کا ایک گروہ (دعا مانگتے ہوئے) کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔ تو تم نے اُن (کے دعا مانگنے) کا مذاق اُڑایا یہاں تک کہ (اُس مذاق اُڑانے کے مشغلہ نے) تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم (ازراہِ تمسخر) اُن سے ہنستے تھے۔ بیشک آج (روزِ قیامت) میں نے اُن کے صبر کا انہیں یہ اجر عطا فرمایا کہ وہی فتح مند ہیں (جو دعا کیا کرتے تھے) (سورۂ مومنون آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۱)

دعا بعد نماز جنازہ کے بارے میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قال رسول اللہ ﷺ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ (ابوداؤد شریف ص نمبر ۴۵۶ مطبوعہ اصح المطابع)

اس حدیث پاک کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ کیا جا رہا ہے آپ خود ملاحظہ فرمالیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا کتنا واضح حکم صادر فرمایا۔

اِذَا صَلَّیْتُمْ۔ جب تم نماز پڑھ لو عَلَی الْمَیِّتِ میت پر فَ اس کے بعد اَخْلِصُوْا خلوص نیت سے کرو لَهُ خاص طور پر اس کیلئے الدُّعَاءَ دعا

یعنی جب تم نماز پڑھ لو میت پر تو اس کے بعد اس کیلئے خلوص نیت سے خاص طور پر دعا کرو۔ اس حدیث شریف میں نماز جنازہ کے اندر کی دعا مراد نہیں بلکہ جنازہ کے بعد کی دعا مراد ہے یہ بات "فَ" (اُس کے بعد) کے لفظ سے واضح ہے اور جنازے کے اندر کی دعا میں تو عمومی کلمات ہوتے ہیں جو سب مسلمانوں کو شامل ہوتے ہیں مثلاً ہم دعاءِ جنازہ میں کہتے ہیں اے اللہ ہمارے زندوں کو بخش دے اور ہمارے مردوں کو۔ اس دعا میں ہمارے کا لفظ عام ہے جو کہ تمام مسلمانوں کو شامل ہے اس میت کیلئے خاص نہیں ہے جبکہ میت کیلئے جنازہ کے بعد خصوصی دعا کرنے کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے پر دعا فرمائی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں اُن لوگوں میں موجود تھا جب بعد از وصال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو چار پائی پر رکھا جا چکا تھا۔ اور لوگوں نے حضرت عمر بن خطاب کی چار پائی پر گھیرا ڈالا ہوا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے جنازے کو اٹھائے جانے سے پہلے لوگوں نے دعا بھی کی اور نماز جنازہ ادا فرمائی۔ اسی اثناء میں (کہ میں وہاں موجود تھا) مجھے اس بات نے چونکا دیا کہ ایک شخص میرے پیچھے آیا اور اُس نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ دی (اُس نے اپنا ہاتھ دعا کیلئے بلند کیا ہوا تھا) میں نے جو دیکھا تو وہ تو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھے انہوں نے کہا اللہ عمر پر رحم فرمائے (اے عمر) آپ کی سیرت اتنی حسین تھی کہ آپ نے اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہ چھوڑا جو کہ میرے نزدیک آپ کی طرح پسندیدہ شخصیت کا حامل ہو یہاں تک کہ میں اللہ سے جا ملوں گا۔ قسم بخُدا مجھے یہی گمان ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی مکرم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا دے گا کہ اکثر اوقات میں نے نبی پاک ﷺ کو آپ کا ذکر خیر اپنے ساتھ اس طرح کرتے ہوئے سنا کہ "میں، ابوبکر اور عمر تھے۔ میں نے، ابوبکر اور عمر نے کیا۔ میں ابوبکر اور عمر چلے۔ میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے۔ میں، ابوبکر اور عمر نکلے" یعنی تینوں کا ذکر اکھٹا کیا (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۶۸۵۔۳۶۷۷)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا صحابہ کرام کا معمول تھا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک جنازے پر نماز جنازہ کے بعد پہنچے تو آپ نے فرمایا اے لوگو اگر نماز جنازہ مجھ سے پہلے پڑھ چکے ہو تو دعا میں مجھ پر سبقت نہ کرو (یعنی مجھے بھی اس دعا میں شامل ہو لینے دو) (مبسوط سرخسی جلد دوم صفحہ نمبر ۶۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل بتا رہا ہے کہ ابھی تک اُن لوگوں نے دعا شروع نہ کی تھی بلکہ شروع کرنے والے تھے اور آپ کا اُن کو یہ کہنا کہ دعا میں مجھ پر سبقت نہ کرو بلکہ مجھے دعا میں شامل ہونے دو، بتلا رہا ہے کہ آپ جانتے تھے کہ ابھی یہ لوگ دعا کریں گے۔ پس اُس وقت نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا ان حضرات کی عادت تھی۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے پر جو دعا فرمائی تھی وہ بھی نماز جنازہ کے بعد کی تھی کیونکہ اُس زمانہ میں صحابہ کرام کا یہی معمول تھا۔

الرحمٰن
نہایت رحمت والا

گستاخِ رسول کی نماز جنازہ پڑھنا، اس کی قبر پر کھڑا ہونا اور اس کیلئے دعا کرنا منع ہے

عبداللہ بن اُبی کون تھا ؟ یہ کلمہ گو نمازی، روزہ دار، جہاد میں شامل ہونے والا شخص تھا مگر اس کے باوجود یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتا تھا اس بناء پر اس کی مذمت میں آیات قرآنیہ بھی نازل ہوئیں جن میں اس اور اِس جیسے گستاخوں کے ازلی جہنمی ہونے کو قرآن پاک نے یوں بیان فرمایا۔

اے حبیب ﷺ ان پر یکساں ہے آپ ان (منافقین) کیلئے معافی طلب فرمائیں یا نہ فرمائیں اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں فرمائے گا (کیونکہ یہ آپ کے گستاخ ہیں) بیشک اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔ (سورۂ منافقون آیت نمبر ۶)

اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمان ہونے کی حالت میں مرے (سورۂ توبہ آیت نمبر ۸۴)

جنازہ پڑھانے کی حکمت

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا عبداللہ ابنِ اُبی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے میں یہ حکمت تھی کہ اس منافق کا کلمہ پڑھنا، نمازی اور روزہ دار ہونا، مسلمانوں کیلئے ظاہر ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے فوراً بعد اس جیسے گستاخ منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے آئندہ کیلئے منع فرما دیا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ بندہ اگرچہ نمازی اور روزہ دار ہو مگر گستاخِ مصطفیٰ ہو تو نماز روزہ اور دیگر عبادات اُس کے کام نہ آئیں گی۔ مزید یہ کہ لوگوں کو تنبیہ بھی ہو جائے کہ کہیں کلمہ، نماز و دیگر عبادات کے جھانسے میں نہ آجائیں بلکہ دیکھیں آیا عشق مصطفیٰ بھی ہے کہ نہیں۔ اگر ہے تو سبحان اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھیں، اس کی قبر پر جائیں فاتحہ پڑھیں، دعا کریں۔ ورنہ ایسے شخص سے بچ کر رہیں کیونکہ ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا تو دور کی بات ہے اُس کی قبر پر کھڑا ہونا بھی مسلمانوں کیلئے جائز نہیں کہ گستاخی کرنے کی بناء پر اب وہ مسلمان ہی نہیں رہا چہ جائیکہ اس کی بخشش کی امید رکھی جائے یا اس کی اقتدا کرنے کے متعلق سوچا جائے

وضاحت

وہ لوگ جن کے عقیدے میں نفاق تھا قرآن مجید میں انہیں منافقین سے تعبیر کیا گیا ہے یہ وہ کلمہ گو نام نہاد مسلمان تھے جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نفرت اور بغض اپنے دل میں رکھتے تھے انہیں کے بارے میں پوری سورۂ منافقون نازل ہوئی۔ واضح رہے کہ عبداللہ بن اُبی انہیں کا گرو اور سرغنہ تھا۔

الرحیم
بے حد رحم کرنے والا

ایک بیچارے کی صداء

ایک شخص انتہائی بدحواسی کے عالم میں گھر سے نکلا اور ایک ہی بات کو بار بار دھرائے جا رہا تھا کہ ہائے علم نہ ہونے کی وجہ سے ساری زندگی حرام کھاتے پیتے گزر گئی اللہ ہم سب کو معاف فرمائے۔ کسی غم گسار نے پوچھا اے میرے بھائی کیا ہو گیا کیا رشوت اور سود کا پیسہ کھاتے رہے ہو اس نے انتہائی دردناک لہجے میں جواب دیا یونہی سمجھ لو کیونکہ زندگی بھر کٹوں کا گوشت اور بھینسوں کا دودھ کھاتا پیتا رہا جبکہ اس کے جواز کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں لہٰذا اس کا کھانا پینا بدعت ہے اور کیا تم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حدیث پاک نہیں سُنی کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے تو دوسرے مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کی جو اس دین میں سے نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے (بخاری شریف رقم الحدیث ۲۶۹۷، مسلم جلد دوم ص ۷۷) ظاہر ہے جب تک بھینس کے گوشت اور دودھ کے کھانے پینے کا جواز شریعت سے ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک ہم انہیں کیسے کھا پی سکتے ہیں کیا ہم نے ایسا کر کے دین میں نئی چیز پیدا نہیں کر لی، اے میرے بھائی یہ بات مجھے کل معلوم ہوئی بڑا پریشان ہوا کہ زندگی بھر یہ حرام کھاتے پیتے گزر گئی ظاہر ہے اب ہمارے جہنمی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے گو ہم اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگ لیں گے پر پھر بھی بتاؤ تو سہی ان سے چھٹکارہ کیسے ممکن ہے جہاں جائیں بھینس کے دودھ کی چائے اور لسی تیار اور جہاں کہیں کھانے میں بڑے کا گوشت ہو تو گائے کے گوشت کا ذکر تو حدیثوں میں آتا ہے مگر پتہ نہیں کہ کٹے کا ہو اور اے بھائی اگر سچ پوچھو تو اب اس گوشت اور دودھ کے بغیر ہمارا گزران بھی ممکن نہیں گویا یوں کہہ لو کہ اب ہم ایسے حرام خور ہو گئے ہیں کہ گویا چھوٹتی نہیں منہ کو یہ کافر لگی ہوئی...... اے بھائی سوچو تو سہی اب ہماری کیفیت اس شرابی کی طرح کی نہیں، جو ہزار نیتوں سے چاہتا ہے کہ شراب چھوڑ دے مگر اس عادت سے مجبور ہے کہ جان نہیں چھوٹتی ارے بھائی یہ صرف میرا ہی حال نہیں بلکہ ساری امت ہی اس میں مبتلا ہو گئی ہے بھوں بھوں...... رونا شروع کر دیا۔

المَلِکُ
حقیقی بادشاہ

غم خوار دوست کا جواب

اے میرے بھائی قطعاً پریشان نہ ہو ارے معلوم یہ ہوتا ہے کہ تم پر تو کسی ایسے شخص کا سایہ ہے جو ہر شخص کو بدعتی قرار دینے پر تلا ہوا ہے۔ اے میرے بھائی تم غلط چکر میں آگئے ہو اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلال اور جائز چیزیں نہیں گنوائیں کیونکہ ان کا شمار کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں تھا ہاں جن چیزوں کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے ان کو بیان فرمایا ہے۔ دیکھو اگرچہ گدھی بھی بھینس ہی کی طرح گھاس پھوس کھاتی ہے مگر وہ حرام ہے کیونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے خیبر کے موقع پر اسے حرام قرار دے دیا تھا ہاں اب اگر کوئی گدھے کو حلال قرار دے گا تو ہم اُسے اُس کے حرام ہونے پر دلیل پیش کریں گے کہ چونکہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسے حرام قرار دے دیا ہے لہٰذا حرام ہے لیکن بھینس کے حرام اور ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے حلال اور جائز ہونے کی وجہ تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اس پر وہ بیچارہ اور زیادہ پریشان ہوتے ہوئے بولا کہ پھر تم کسی چیز کے فرض، واجب اور سنت ہونے کی دلیل کیوں لاتے ہو اور کہتے ہو کہ دیکھو نماز پڑھنا فرض ہے قرآن مجید میں آیا اور فلاں چیز سنت اور واجب ہے کیونکہ اس کا ثبوت حدیث پاک سے ہے تو پھر ان چیزوں کے دلائل قرآن و حدیث سے کیوں پیش کرتے ہو ہمدرد بھائی نے جواباً کہا اے میرے پیارے بھائی یہی بات تو صرف سمجھنے کی ہے کہ کسی بھی چیز کی فرضیت، وجوب اور مسنون ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے فرض، واجب، سنت ہونے پر قرآن و حدیث وغیرہ سے دلیل پیش کی جائے لیکن جو چیزیں صرف جائز ہیں ان کے جواز کیلئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان کاموں کی ممانعت کسی دلیل شرعی سے نہیں ہو رہی اسی لئے یہ جائز ہیں اور اسی بناء پر تو ہم بھینس کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کا دودھ پیتے ہیں اگر میری یہ بات نہیں مانو گے تو بھلا بتاؤ کس دلیل کی بناء پر بھینس کے گوشت اور دودھ کو حلال قرار دو گے جیسا کہ اس بات کی تائید ترمذی شریف کی حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے ہمارے آقا سرکار دو عالم ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ چیز حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حلال قرار دیا ہے اور وہ

حرام ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا ہے اور وہ اشیاء جن کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا گیا ہے تو وہ تمہارے لئے معاف ہیں یعنی ان کا کرنا جائز ہے۔ (ترمذی شریف ص ۴۱۲)

القدوس
انتہائی پاک

حرام یا بدعت ہونے کا معیار

جس طرح کسی چیز کو سنت واجب یا فرض قرار دینے کیلئے دلیل کا ہونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح کسی مباح اور جائز چیز کو حرام یا بدعت کہہ کر ناجائز قرار دینے کیلئے بھی کسی نہ کسی دلیل کا ہونا ضروری ہوتا ہے اگر آپ نے یہ بات تسلیم نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہوجائے گا کہ صرف وہی چیزیں جائز رہ جائیں گی کہ جن کا صراحۃً قرآن وحدیث میں بیان ہے بھلا سوچئے تو سہی ایسی صورت میں ہم نہ تو ختمِ قرآن مجید تراویح میں کر سکتے ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں اس انداز پر تراویح نہیں ہوئیں جیسا کہ آج کل ہوتی ہیں اور نہ ہی مدارس میں ختم بخاری شریف کی تقاریب جائز ہونگی کیونکہ بخاری شریف تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں لکھی ہی نہیں گئی تھی اور اسی طرح شادی کے کارڈ چھپوانا، دولہا کو سہرا پہنانا، سٹیج، میز، کرسیاں، قناتیں سجانا قالینوں کا بچھانا میرج ہال وغیرہ میں لائٹنگ کرنا یہ سب کچھ ناجائز ہوجائے گا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں ایسا کبھی بھی نہیں ہوا بلکہ اُس زمانے میں تو صرف نکاح ہوا کرتا تھا اور ولیمہ، الغرض یہ کہ اگر ہر چیز پر بدعت کی اسی طرح رٹ لگائے رکھی تو ہمیں ایسی دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا کہ زندگی گزارنا اجیرن ہوجائے گا جس کے ہم متحمل نہیں ہوسکتے ۔

ہاں! بالخصوص جن چیزوں کے جواز پر شریعت مطہرہ میں اشارۃً کنایۃً یا صراحۃً دلیل پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگ اسے بدعت کہہ کر حرام قرار دے دیتے ہیں ایسا کرنا یقیناً دین کے ساتھ بہت بڑا ظلم اور شریعت کے ساتھ بہت زیادتی ہے۔

دیکھئے جب قرآن مجید نے انبیاء کرام کے پیدائش اور وصال کے دنوں کو مبارک قرار دیا ہے (سورۂ مریم آیت نمبر ۱۵)

اور خود رب العلمین کا بھی حکم ہے کہ اللہ کے دن لوگوں کو یاد کراؤ (سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۵)

اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعمت عظمیٰ قرار دے کر مؤمنین پر احسان جتلایا ہے (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴)

اور قرآن مجید میں رب العلمین کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا چرچہ کرو۔ (سورۂ الضحیٰ آیت نمبر ۱۱)

تو حیرت ہے کہ ایک مسلمان اور مومن کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدائش کے دن کو منانے کیلئے یہ دلیلیں کافی نہیں؟ جبکہ علماء نے تو اس سلسلہ میں دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں

السلام
ہر عیب سے سالم

جو چیز دین میں سے نہیں وہ مردود ہے (الحدیث)

حدیث شریف کے اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز جس کی اصل دین میں نہیں پائی جاتی وہ مردود ہے، کسی بھی چیز کی اصل کا دین میں پائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ دین اُسے فرض، واجب، سنت یا کسی ممانعت نہ ہونے کی وجہ سے کم از کم جائز قرار دے رہا ہو ہاں! اگر ان میں سے کسی بھی چیز کو دوسرے کی جگہ پر رکھا جائے گا مثلاً سنت کو فرض قرار دے دیا جائے یا جائز کو واجب یہ دین میں اضافہ اور تحریف ہے تو بالکل اسی طرح دین میں جو چیزیں کم از کم ممانعت نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہیں مثلاً بھینس کا گوشت وغیرہ انہیں بدعت اور حرام کے درجے میں رکھنا خود ایک بدعت نہیں تو اور کیا ہے جن چیزوں میں شریعت نے کوئی قید نہیں لگائی ان میں اپنی طرف سے قیودات لگا کر دین کا حلیہ نہ بگاڑیئے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے (دین میں) اپنے طور پر ایسی شرطیں لگانا شروع کر دی ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں جس شخص نے کوئی ایک شرط بھی ایسی لگائی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے (تم اس کی بات کی پرواہ نہ کرو) اگر چہ وہ سو مرتبہ بھی شرطیں کیوں نہ لگائے کیونکہ اسے اس چیز کا کوئی حق حاصل نہیں ہے (کہ وہ اپنی رائے سے شرطیں لگا کر دین کا حلیہ بگاڑ دے)'' (بخاری شریف رقم الحدیث ۴۵۶)

افسوس ہے کہ امت نے اپنے نبی کریم ﷺ کے اس عظیم فرمان کی کوئی لاج نہیں رکھی بلکہ جگہ جگہ اپنی رائے سے دین میں شرطیں اور قیودات کا اضافہ کرتے چلے گئے مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں درود و سلام کے پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں کسی قسم کی روک ٹوک اور شرط نہیں لگائی کہ فلاں فلاں موقع پر نہ پڑھو وغیرہ وغیرہ مگر بعض مسلمانوں نے اس میں اپنے طور پر اضافے کئے اور شرطیں لگائیں کہ کھڑے ہو کر نہ پڑھو اذان سے پہلے اور اذان کے بعد نہ پڑھو جبکہ اذان کے بعد درود پڑھنے کا حکم تو حدیث پاک میں وارد ہے کہ ہم سب کے آقا و مولیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤذن اذان کہہ چکے تو تم دعائے وسیلہ کے مانگنے سے پہلے میرے اوپر درود بھیجو (صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۱۶۶)

مزے کی بات تو یہ ہے کہ جب اذان کے فوراً بعد درود کے پڑھنے کی حدیث بیان کر دی گئی تو ایک جانب سے آواز آئی کہ اذان سے پہلے کی حدیث دکھاؤ ورنہ تو اس طرح یہ درود و سلام اذان کا جزو اور حصہ بن جائے گا دراصل یہ بہانے ہیں درود نہ پڑھنے کے ذرا سوچئے تو سہی کہ درود و سلام اذان سے پہلے ہی پڑھا جائے تو وہ اذان کا حصہ بنے گا یا اذان کے بعد پڑھنے سے بھی وہ اذان کا حصہ بن جائے گا اور کیا اس بات کا علم حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو نہیں تھا کہ آپ نے اذان پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم ارشاد فرمادیا، ذرا غور تو کیجئے کہ آج تک تو کسی مسلمان کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ درود و سلام اذان کا حصہ ہے تو آئندہ کیسے آسکتا ہے ہمارا دین اور ہمارا عقیدہ اتنا کمزور نہیں کہ ہم اذان اور درود کے فرق کو نہ سمجھ سکیں اگر ہم دین میں اتنے ہی کمزور ہوتے تو نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد جب کوئی سورۃ ملاتے تو ہم اسے بھی سورۂ فاتحہ کا جزو بنا لیتے اور جبکہ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کے درمیان بسم اللہ نہ ہونے کی بناء پر اس کو ایک دوسرے کا جزو سمجھنے لگ جاتے (سورۂ انفال و توبہ کا علمی اختلاف اور بات ہے)

المؤمن
امان دینے والا

بدعت کے بارے میں فیصلہ کن حدیث

اچھے اور مستحسن نئے طریقوں کے کرنے کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا فرمان ہے جبکہ برے نئے طریقوں سے بچنے کے متعلق بھی ارشاد فرمایا ہے حدیث شریف میں ہے۔

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اسے اس کا اجر ملے گا اور جو اس کے بعد اس پر عمل پیرا ہوگا اسے بھی پورا پورا ثواب ملے گا لیکن اس پہلے شخص کو بعد والے لوگوں کے اس عمل کے کرنے کا ثواب بھی ملے گا (کیونکہ اس نے وہ اچھا طریقہ نکالا ہے) اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا اس پر اس کا وبال آئے گا اور اس کے بعد جو بھی اس طریقہ پر چلے گا اس پر بھی وبال آئے گا اور ان تمام کے وبال کا پہلا شخص بھی مستحق ہوگا (کیونکہ اس نے وہ بُرا طریقہ نکالا ہے) (صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۳۴۱) اس حدیث پاک سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ہر ایسی نئی چیز جس کے بارے میں دین میں کوئی ممانعت نہیں اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں واضح رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات صرف اپنے صحابہ کرام کیلئے نہیں فرمائی بلکہ اس میں مکمل قانون اور ضابطہ بیان فرمادیا ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے آپ ﷺ نے مثال دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ دیکھو قابیل نے سب سے پہلے ہابیل کو ناحق قتل کیا تھا لہٰذا اسے اس کی سزا ملے گی اور چونکہ اس نے سب سے پہلے یہ برا طریقہ نکالا اور اس بناء پر قیامت تک جو بھی ناحق قتل کرے گا اس کا گناہ اس قاتل کو بھی ملے گا مگر ان تمام کا گناہ قابیل کے کھاتے میں بھی لکھا جائے گا۔ صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اچھے نئے طریقوں کی اجازت خود ہمارے نبی مکرم ﷺ نے عطاء فرمائی بلکہ خاص طور پر وہ طریقہ جن کا ایک ایک امر شریعت سے الگ الگ ثابت ہے تو ان کے اکٹھا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اجر میں اضافہ ہوگا۔ اور خیر و بھلائی سے خیر و برکت ہی حاصل ہوتی ہے۔ ہاں! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان عالی کہ تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو اپنانا لازم ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ بعد والے حضرات بالکل فارغ ہوگئے ہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معصوم ہونے اور خلفاء راشدین کا باقی تمام امت پر افضل ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

مثلاً قل خوانی کہ اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے ذکر الٰہی و ذکر مصطفیٰ ﷺ ہوتا ہے اور لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس کا ہر امر الگ الگ اسلام کا محبوب ترین ہے ان کا روکنے والا کیا مسلمان کہلانے کا حقدار ہے اگر کہیں عرس وغیرہ میں کوئی جاہل اپنی جہالت کی بناء پر بھونڈی حرکتیں شروع کردے تو اس جاہل کو روکنا چاہیے نا یہ کہ عرس کی ہی مخالفت شروع ہوجائے یہ تو ایسا ہے کہ حرم مکہ میں جیب کترے، جیب تراشنا شروع کردیں تو حج اور عمرہ پر ہی پابندی لگ جائے (العیاذ باللہ)

المھیمن
محافظ

نعت شریف (مولانا عبدالرحمٰن جامی)

نسیما! جانبِ بطحا گزر کن ز احوالم محمد را خبر کن

اے بادصبا مدینہ طیبہ کی طرف گزرکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے حالات سے خبر کر

توئی سلطانِ عالم یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ز روئے لطف سوئے من نظر کن

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جہاں کے بادشاہ ہیں از راہِ کرم میری طرف نظر کیجئے

بہ بُر ایں جانِ مشتاقم بہ آنجا فدائے روضۂ خیر البشر کن

میری اس شوق مند جان کو اس جگہ لیجا خیرالبشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر قربان کردے

مُشرّف گرچہ شد جامی ز لطفش خدایا! ایں کرم بارِ دگر کن

اگرچہ انکی مہربانی سے جامی مشرف ہوچکا ہے اے اللہ یہ کرم دوبارہ کر

العزیز
غالب

اسلامی طور طریقے

اسلامی طور طریقے اور ہندوانہ رسم ورواج

یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ ہندو بتوں کو چومتے ہیں۔اور مسلمان قبروں کو۔ ہندو بتوں کو غسل دیتے ہیں اور مسلمان قبروں کو، وغیرہ وغیرہ۔لہٰذا یہ ہندوؤں کی مشابہت اور شرک ہے☆ کیونکہ اسلامی طور طریقوں کا اس طرح اگر مذاق اڑایا گیا تو یہ پورے دین کی عمارت کو دھڑام سے گرادینے کے مترادف ہوجائے گا جیسا کہ کوئی سر پھرا اُٹھ کر پورے دین کو غلط قرار دیتے ہوئے کہنے لگ جائے کہ اے مسلمانو؟

(۱)ہندوؤں کے نزدیک گنگا اور جمنا کا پانی متبرک ہے۔اور تمہارے نزدیک زم زم اور حوض کوثر کا پانی۔

(۲)ہندو پتھروں کے بنے ہوئے بتوں کو غسل دیتے ہیں۔اور تم پتھروں کے بنے ہوئے خانہ کعبہ کو غسل دیتے ہو۔

(۳)ہندو پتھروں کو چوما کرتے ہیں۔اور تم حجر اسود کو۔

(۴)ہندو بتوں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرتے ہیں۔اور تم بھی پتھروں کے بنے ہوئے کعبہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرتے ہو۔

(۵)ہندوؤں نے تو صرف چند پتھروں کو قابل تعظیم بنایا تھا۔جبکہ تم نے تو دو پہاڑیوں صفا اور مروہ کو قابل تعظیم جانا ہے۔

مزید برآں یہ کہ تم نے تو خدا کی عبادت کیلئے خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات تک کو عبادت گاہ بنالیا ہے۔

(۶)ہندو کا بھی ایک خدا ہے جس کا نام اس نے وشنو رکھا ہے۔تم نے اللہ رکھ لیا پس تم اللہ کا انکار کرو کیونکہ اپنے اس خدا کے بارے میں ہندوؤں کا یہی عقیدہ ہے جو کہ تمہارا اللہ کے بارے میں ہے

(۷)ہندو بھی سال میں ایک مرتبہ سومنات کے مندر میں جایا کرتا ہے۔تمہارے یہاں بھی ایک مرتبہ خانہ کعبہ کا حج ہوتا ہے۔

(۸)اسی طرح مشرکین بھی اپنے جانوروں کے کان چیر دیا کرتے تھے۔تم بھی حج کے جانور اونٹ، گائے وغیرہ کے کوہان چیر کر اشعار کرتے ہو(اور یہ تمہارے نبی ﷺ سے ثابت ہے)

(۹)مشرکوں نے بھی اپنے معتبر جانوروں کے نام رکھے ہوئے تھے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ، حام۔اور تم نے بھی حج کی قربانی کے جانوروں کے نام رکھے ہوئے ہیں مثلاً ہدی، بدنہ، دم۔

(۱۰)مشرکین بھی اپنے معزز جانوروں کو سجایا کرتے تھے۔تم بھی قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈال کر سجایا کرتے ہو۔اور یہ تمہارے نبی (ﷺ) سے ثابت ہے۔

(۱۱)سکھوں کی بھی داڑھیاں ہوتی ہیں اور تمہاری بھی۔

لہٰذا تم بھی یہ کام چھوڑ دو اور اپنے ان دینی شعائر کو ترک کردو! کیا اس کا یہ کہنا درست اور قابل عمل ہوگا؟ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر شعائر دین اور اسلامی طور طریقوں کو خواہ مخواہ ہندوانہ رسوم ورواج سے تشبیہ دینا اور انہیں شرک سے تعبیر کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔**فَاعْتَبِرُوْا يَاُولِى الْاَبْصَارِ**

(سورۂ حشر آیت نمبر۲) (تو عبرت حاصل کرو اے بصیرت والو)

خیر اندیش ،خادم الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان پاکستان

الجبار
کمی پوری کرنے والا زبردست

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ

اور (اے محبوب یاد کیجئے) جب آپ نے اُس شخص سے فرمایا جس پر اللہ نے انعام فرمایا

اور آپ نے (بھی) اُس پر انعام فرمایا۔ (سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۷)

(جاری ہے TO BE CONTINUED)